

جامعہ دارالتقویٰ
لاہور کا ترجمان

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

ربیع الثانی/جمادی الاولیٰ ۱۴۴۸ھ اکتوبر 2026ء

خصوصی شمارہ

بیاد حضرت مولانا محمد احسان الحق رحمہ اللہ

مدرسہ عربیہ رائے ونڈ

اہم اعلان

احباب دعوت وتبلیغ اور علماء کرام وطلباء کے لیے خوشخبری

ماہنامہ دار التقوی لاہور اپنی شاندار روایت کا تسلسل برقرار رکھتے ہوئے
ترجمان حیات الصحابہ محسن دعوت وتبلیغ خلیفہ مجاز حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا (رحمۃ اللہ)

{ حضرت اقدس مولانا محمد احسان الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ }

کی حیات وخدمات پر مشتمل اشاعت خاص کا فیصلہ کیا ہے۔

حضرت (رحمۃ اللہ) کے تلامذہ متعلقین سے گزارش ہے کہ اپنی یاداشتیں،
تاثرات وواقعات تحریر فرما کر دیے گئے واٹس ایپ نمبرز پر ارسال فرمائیں۔

0308-0077959

0321-4432142



تحریر جمع کروانے کی
آخری تاریخ
10 دسمبر

دار التقوی لاہور
Mufti Online شرعی مسائل میں رہنمائی کیلئے +92-300-4113082 ifta4u@yahoo.com
/jamidarultaqwa www.darultaqwa.org +92-3-222-333-224

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماہنامہ دارالتقویٰ لاہور

بدعاء حضرتِ اقدس ڈاکٹر مفتی عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

جلد 16 ربیع الثانی/جمادی الاولی ۱۴۴۸ھ۔۔اکتوبر 2026ء شمارہ 4

مجلس مشاورت

حضرت مولانا عثمان صاحب
حضرت مولانا عامر رشید صاحب
حضرت مولانا جمیل الرحمٰن صاحب

مجلس ادارت

مفتی محمد اسامہ صاحب
مولانا ذوالکفل صاحب
حافظ فہد اعوان صاحب

زیرِ سرپرستی: حضرت مولانا یوسف خان صاحب مدظلہ

مدیر: حضرت مولانا اویس احمد صاحب مدظلہ

مدیر مسئول: مولانا محمد سلیمان بن محمد یوسف صاحب

خط و کتابت کا پتہ

دفتر ماہنامہ دارالتقوی جامع مسجد الہلال چوبرجی پارک لاہور
فون نمبر: 04237414665 03214432142
سالانہ رسالے کے اجراء کے لیے مذکورہ پتہ پر منی آرڈر کریں

مقام اشاعت
جامع مسجد الہلال
چوبرجی پارک لاہور

بینک اکاؤنٹ نمبر
1591001820660001
ٹائٹل اکاؤنٹ دارالتقویٰ ٹرسٹ
ایم آئی بی (مسلم کمرشل بینک)

Email Address
Monthlydarultaqwa@gmail.com

اس دائرے میں سرخ نشان
مدت خریداری کے ختم ہونے کی علامت ہے

فی شمارہ: 100 روپے
سالانہ بدل خرچ: 1500 روپے

مطبع: شرکت پرنٹنگ پریس

ترجمان جامعہ دارالتقویٰ لاہور

ماھنامہ دارالتقوی لاھور

فہرست

ربیع الثانی/ جمادی الاولی ۱۴۴۸ھ۔۔اکتوبر 2026ء

حرف اولیں

امت کا عظیم مربی اور جامعہ دارالتقویٰ کا سایہ شفقت — مولانا اویس احمد مدظلہ — 5

درسِ قرآن

تعزیتی پیام — ادارہ — 9

مقالات ومضامین

دعوت مستورات شمع جاوداں — مولانا عاصم بن مولانا محمد احسان الحق رحمہ اللہ — 11

مراکز تربیت "مسجد" سے معاشرہ تک افراد سازی — مولانا محمد احسان الحق صاحب رحمہ اللہ — 16

مبلغ اسلام مولانا محمد احسان الحق صاحب نوراللہ مرقدہٗ کی حیات وخدمات — حافظ فہد اعوان — 22

ایک عہد دعوت وتبلیغ علم وتقوی رخصت ہو گیا — مولانا ابوبکر ریحان سیالکوٹ — 30

رائیونڈ کا اک چراغ اور بجھ گیا — ڈاکٹر مولانا ریاض المنعم ڈسکہ — 41

شیخ احسان الحقؒ کی طرف سے ایک تعزیتی مجلس کا آنکھوں دیکھا حال — مفتی محمد راشد ڈسکوی — 48

احسان الحقؒ کا مجھ پر احسان — مولانا طارق جمیل صاحب — 55

یادرفتگاں — ابومعاذ محمد اعجاز الحق — 57

وہ مصافحہ آج بھی یاد ہے — عبدالباسط جامعۃ الحسنین فیصل آباد — 60

نظم — انتخاب: مولانا اللہ دتہ — 61

اخبار الجامعہ

اخبار الجامعہ — محمد سلیمان — 63

حرف اولیں

امت کا عظیم مربی اور جامعہ دارالتقویٰ کا سایہ شفقت

عام انسان کے دنیا سے جانے پر معاشرے میں کوئی خاص تلاطم پیدا نہیں ہوتا، لیکن جب کوئی اللہ والا، دین کا خادم اور بارگاہِ الٰہی کا مقبول بندہ اس دارِفانی سے کوچ کرتا ہے، تو علم و روحانیت کا ایک ایسا عظیم خلا پیدا ہو جاتا ہے جسے پُر کرنا بظاہر ناممکن نظر آتا ہے۔ آج ہمارے معاشرے میں اللہ کے لیے جینے اور اسی پر مر مٹنے والے نفوسِ قدسیہ کا شدید قحط ہے۔ ایسی ہی جامع الصفات شخصیت ہمارے مربی، ہمارے شیخ حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تھی۔ حضرت کی رحلت صرف ایک فرد کا جانا نہیں، بلکہ پوری امتِ مسلمہ کا بہت بڑا صدمہ اور ناقابلِ تلافی نقصان ہے۔ امت آج ایک مشفق مربی، اور عظیم داعیِ کبیر سے محروم ہوگئی ہے۔

حضرت مولانا احسان الحقؒ کی ذاتِ بابرکات تعلیم، تزکیہ اور تبلیغ جیسے تینوں بنیادی شعبوں کا حسین اور جامع مجموعہ تھی۔ وہ بیک وقت میدانِ تبلیغ کے شہسوار، عالمِ باعمل اور تزکیہ وسلوک کے اعلیٰ مقام پر فائز تھے۔ آج کے دور میں ان تینوں کو ایک ساتھ لے کر چلنے والی شخصیات کا ملنا نایاب ہے۔ آپ کی زندگی کا ایک ایک لمحہ آخرت کی تیاری اور فکرِ دین کے لیے وقف تھا۔ آپ کی ایک نمایاں صفت یہ تھی کہ آپ خود پسِ پردہ رہ کر دوسروں کو آگے بڑھاتے اور ان کی تربیت فرماتے تھے۔ دنیا بھر میں اس وقت دعوت وتبلیغ کا جو کام ہو رہا ہے، بالخصوص مستورات کی تبلیغ کے جو اصول اور ضوابط وضع کیے گئے ہیں، ان میں حضرت کی براہِ راست سرپرستی اور فکر شامل رہی۔

جامعہ دارالتقویٰ کی اساس اور اس کی تعمیر وترقی کا پورا سفر حضرت کی شفقتوں اور مشوروں کا مرہونِ منت ہے۔ 1994ء میں جب ہم نے جامعہ دارالتقویٰ کی بنیاد رکھی، تو اس کا اصل محرک حضرتؒ کی خواہش تھی کہ لاہور میں غیر ملکی (عربی دان) مستورات جماعتوں کی آمد ورفت تو بہت ہے، مگر عربی زبان میں گفتگو اور ترجمانی کرنے والوں کا قحط ہے۔ آپ چاہتے تھے کہ ایسے افراد تیار ہوں جو عرب وعجم کے درمیان دعوتی ربط کا ذریعہ بن سکیں۔ چنانچہ آپ کے مبارک مشورے سے جامعہ قائم ہوا تاکہ بیرونِ ملک سے آنے والی جماعتوں کو ترجمان میسر آسکیں۔ اس کے بعد سے آج تک جامعہ کے دونوں شعبے (بنین و بنات) حضرت ہی کے ارشاد و ہدایت پر گامزن ہیں۔ گویا جامعہ دارالتقویٰ کی روح اور بنیاد حضرت ہی کی فکرِ عالی ہے۔

حضرت والا کے دل میں دو عظیم تمنائیں موجزن رہتی تھیں:

اوّل: آپ چاہتے تھے کہ ہر گلی اور محلے میں مکتب اور مدرسہ قائم ہوتا کہ علمِ دین کی روشنی عام ہو۔ آپ اکثر دہلی کی مثال دیتے ہوئے فرماتے کہ وہاں دس ہزار سے زائد مدارس اس طرح قائم تھے کہ جو عورت بھی تھوڑی بہت دینی تعلیم رکھتی، وہ شام کے وقت اپنے گھر کا دروازہ کھول دیتی اور محلے کے بچے اس سے قرآن ودین سیکھ لیتے تھے۔

دوم: آپ کی دوسری بڑی خواہش یہ تھی کہ لاہور بالخصوص ہر بڑے شہر میں ایک ایسا مکمل اور خودکفیل ہسپتال قائم ہو جہاں داخلے کے گیٹ سے لے کر شعبۂ آپریشن، ایکس رے، انستھیزیا (بے ہوشی) اور تمام طبی مراحل تک صرف اور صرف خواتین کا عملہ (مستورات) ہو، تاکہ باحجاب مستورات کو کسی غیر محرم کے سامنے نہ جانا پڑے۔ اس مقصد کے لیے حضرت اکثر ڈاکٹروں کو اور مجھے بھی بلا کر فرماتے اور دعائیں کرتے تھے۔

حضرت کی عبقری شخصیت کے معترف صرف ہم ہی نہیں، بلکہ حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی فرمایا کرتے تھے: ”میں دو علماء سے بہت متاثر ہوں؛ ایک مولانا احسان الحق صاحبؒ اور دوسرے مولانا محمد احمد انصاری بہاولپوری صاحبؒ۔“

حضرت حاجی صاحبؒ اس تاثر کی وجہ بیان کرتے ہوئے فرماتے کہ ہم نے مشورے سے مولانا احسان الحق صاحبؒ کو تعلیم کے لیے سہارنپور بھیجا۔ جب آپ نے دورۂ حدیث مکمل کرلیا اور خلافت سے بھی

نوازے گئے، تو آپ کے استاذِ گرامی حضرت شیخ الحدیث مولانا زکریا کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ (جو مدینہ منورہ ہجرت فرمارہے تھے) نے ارشاد فرمایا کہ ”میرا دل چاہتا ہے کہ اب آپ سہارنپور کی میری تمام ذمہ داریاں سنبھال لیں۔“

حضرت مولانا احسان الحق صاحبؒ نے کمالِ ادب سے عرض کیا آپ میرے بڑے ہیں، جیسا حکم فرمائیں سر آنکھوں پر لیکن پاکستان میں میرے دو بڑے والد محترم حاجی بشیر صاحبؒ اور حاجی عبدالوہاب صاحبؒ موجود ہیں، میں ان سے مشورہ کر کے عرض کروں گا۔ چنانچہ پاکستان آمد پر جب اکابر نے مشورہ دیا کہ ہم نے آپ کو عالمی دعوتی کام کے لیے تیار کیا ہے، تو آپ نے انتہائی عاجزی کے ساتھ حضرت شیخ الحدیثؒ سے معذرت کی اور اپنا آپ دعوت وتبلیغ کے لیے وقف کر دیا۔

اسی طرح حاجی عبدالوہاب صاحبؒ دوسرے جس عالم سے متاثر تھے، وہ مولانا محمد احمد انصاری بہاولپوریؒ تھے۔ ان کے والدِ گرامی مفتی فاروق صاحبؒ بتاتے تھے کہ جب مولانا محمد احمد شیر خوار بچے (چار چھ ماہ کے) تھے اور رویا کرتے، تو جیسے ہی مفتی صاحب مطالعہ شروع کرتے، بچے کا رونا فوراً بند ہو جاتا۔ مفتی صاحب نے اپنی اہلیہ سے فرمایا کہ یہ بچہ بڑا ہو کر عظیم عالم بنے گا، کیونکہ ابھی سے اسے علم اور مطالعے کی آواز سے سکون ملتا ہے۔

بندے (راقم) کا حضرت کے ساتھ تعلق صرف ایک شاگرد کا نہیں بلکہ ایک بیٹے اور خادم کا تھا۔ غالباً 1970ء میں جب حضرت کے والدِ گرامی حاجی بشیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ٹرانسفر اسلام آباد ہوا، تو ان کے گھر میں ہونے والی ہفتہ وار تعلیم ہمارے گھر منتقل ہو گئی۔ آج تقریباً 55-56 سال کا طویل عرصہ ہو چکا ہے کہ یہ ہفتہ وار تعلیم کا فیض حضرت اور ان کے بابرکت خاندان کے ذریعے ہمارے گھر میں جاری وساری ہے۔

مجھے حضرت کے ساتھ بیتے کئی علمی وتربیتی واقعات یاد آتے ہیں۔ جب حضرت علامہ یوسف کاندھلویؒ کی شاہکار کتاب ”حیات الصحابہؓ“ کا عربی سے اردو ترجمہ فرمارہے تھے، تو ناچیز کو اپنے پاس بٹھا لیتے اور تخریج کے کام میں شریک فرماتے تھے۔ آپ شفقت سے فرماتے: تم میرے ساتھ بیٹھتے ہو، جب تک یہ حیات الصحابہ پڑھی جاتی رہے گی، مجھے بھی اجر ملتا رہے گا اور اللہ کے فضل سے تمہیں بھی اس میں سے حصہ ملتا رہے گا۔“

آج حضرت ہمارے درمیان موجود نہیں ہیں، لیکن ان کی فکر، ان کے قائم کردہ اصول، اور جامعہ دارالتقویٰ کی صورت میں ان کا لگایا ہوا پودا ہمارے لیے مشعلِ راہ ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت شیخ کے درجات بلند فرمائے، ان کی حسنات کو قبول فرمائے اور امت کو ان کی تمناؤں کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

حضرت رحمہ اللہ کے ساتھ بیتے ہوئے لمحات میرے لیے زندگی کی قیمتی یادوں میں سے ہیں۔ ان کی صحبت میں گزرا ہوا وقت، ان کی باتیں، نصیحتیں اور شفقتیں آج بھی دل و دماغ میں محفوظ ہیں۔ بڑوں کی باتیں بھی بڑی ہوتی ہیں اور ان کی یادیں بھی چند سطروں میں ان کا احاطہ کہاں ممکن ہے! فی الوقت جو کچھ ذہن میں آیا، وہ آپ حضرات کی خدمت میں عرض کر دیا۔

ادارے کی یہ روایت رہی ہے کہ اپنے اکابر کی زندگی، ان کی دینی خدمات اور ان سے وابستہ یادوں کو محفوظ کیا جائے۔ اسی سلسلے میں حضرت مولانا جمشید رحمہ اللہ تعالیٰ اور حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی حیات و خدمات پر خصوصی اشاعتیں پیش کی جا چکی ہیں۔ اب ان شاء اللہ العزیز حضرت مولانا محمد احسان الحق رحمہ اللہ تعالیٰ کی حیات و خدمات پر بھی ایک خصوصی اشاعت پیش کرنے کا ارادہ ہے۔

حضرت سے محبت رکھنے والے احباب کے پاس بھی اگر ان سے متعلق کوئی یاد، کوئی واقعہ، کوئی ملاقات یا کوئی ایسی بات محفوظ ہو جسے دوسروں تک پہنچنا چاہیے، تو اسے ادارے کے نمبر پر ضرور ارسال فرمائیں۔ ان شاء اللہ، موصول ہونے والی یادداشتوں اور واقعات کو حضرت رحمہ اللہ کی حیات و خدمات پر شائع ہونے والی خصوصی اشاعت میں شامل کیا جائے گا۔

والسلام

مولانا اویس احمد

مدیر

تعزیتی پیام

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الَّذِينَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ قَالُوا إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ

بخدمت: جملہ متعلقینِ حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب رحمہ اللہ، اور اساتذہ، طلبہ و معززحضراتِ مرکز و مدرسہ عربیہ رائے ونڈ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

نہایت رنج والم کے ساتھ یہ خبرِ فاجعہ موصول ہوئی کہ علم وعمل، تقویٰ وللّٰہیت اور دعوت وعزیمت کا روشن آفتاب، حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب رحمہ اللہ (خلیفہ حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا قدس سرہ) اس دارِفانی سے کوچ فرما کر اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملے۔

إِنَّا لِلَّهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

حضرت رحمہ اللہ کا وجودِ مسعود پوری امت بالخصوص ہمارے ملک کے لیے خیر و برکت، ہدایت اور رشد کا عظیم ذریعہ تھا۔ آپ عالمی تبلیغی مرکز رائے ونڈ کے قدیم ومحترم بزرگ، داعیِ کبیر، متقی و پرہیزگار، اعلیٰ درجے کے مدرس اور ایک بہترین مربّی تھے۔ آپ نے مدرسہ کی چاردیواری میں تدریسِ دین سے لے کر میدانِ دعوت تک، اپنی زندگی کا ہر لمحہ امت کی اصلاح میں صرف فرمایا۔ آپ کی رحلت ایک ایسا عظیم سانحہ اور خلا ہے جو دینی وعلمی حلقوں میں عرصۂ دراز تک محسوس کیا جاتا رہے گا۔

جامعہ دارالتقویٰ لاہور کے مہتمم، اراکینِ مجلسِ شوریٰ، اساتذہ کرام اور جملہ متعلقین اس عظیم غم کے

موقع پر حضرت رحمہ اللہ کے جملہ اہل خانہ، مرکزِ رائے ونڈ کے معزز حضرات اور مدرسہ کے اساتذہ وطلبہ کے ساتھ دلی تعزیت کا اظہار کرتے ہیں اور آپ کے اس صدمے میں برابر کے شریک ہیں۔

دعا ہے کہ اللہ رب العزت حضرت مرحوم کی کامل مغفرت فرمائے، ان کے درجات مزید بلند سے بلند تر فرمائے، ان کی تمام علمی، تدریسی، اصلاحی اور دعوتی خدمات کو شرفِ قبولیت بخش کر ان کے لیے صدقہ جاریہ بنائے، انہیں جوارِ رحمت میں جگہ عطا فرمائے اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام و درجات سے نوازے، تمام پسماندگان و وابستگان کو اس عظیم صدمے پر صبرِ جمیل اور اجرِ جزیل عطا فرمائے، اور ہم سب کو حضرت رحمہ اللہ کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے ان کے دینی و اصلاحی محنت کو استقامت کے ساتھ آگے بڑھانے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین یارب العالمین۔

والسلام
مہتمم واہل شوریٰ
جامعہ دارالتقویٰ، لاہور



دعوتِ مستُورات شمعِ جاوداں

مولانا عاصم بن مولانا محمد احسان الحق رحمہ اللہ

مشقتوں میں تمازت سے جلتی رہی، لغزشِ پا کا شکوہ نہ پھر بھی کیا
نقش چھوڑے ہیں جس نے سبھی دیرپا، ہائے وہ شمعِ جہدِ النساء بجھ گئی

رب کی نظرِ انتخاب میں جو ہستیاں دعوت وتبلیغ کی تحریک کی بنیاد کے لیے چنی گئیں، اور جنہیں عالمی مرکز رائے ونڈ میں دعوت وتبلیغ کا جو منظر آج نظر آ رہا ہے اس کی مضبوط بنیاد جو کہ ہمیشہ زمین کے اندر بنائی جاتی ہے اور اسی کی مضبوطی پر عمارت کی منزلیں قائم ہوتی ہیں، ان میں محض اللہ کے کرم سے حاجی بشیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ (ہمارے دادا جان) کا خاندان، خصوصاً ان کی اہلیہ محترمہ (ہماری دادی جان) رحمھا اللہ علیہا اور ان کے فرزندِ ارجمند مولانا احسان الحق صاحب (ہمارے والد محترم) دامت برکاتہم العالیہ پاکستان کے تبلیغی احباب کی اولادوں میں سب سے پہلے نوجوان عالم بنے۔ اس خاندان کو اللہ تعالیٰ نے مستورات کے کام کی بنیاد کے لیے چنا۔ مولانا یوسف صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے حکم پر حاجی بشیر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا گھر رائے ونڈ میں بنا، مولانا احسان صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی والدہ محترمہ اور ان کی اہلیہ (ہماری والدہ ماجدہ) مستورات کے کام کی سب سے پہلی وہ ہستیاں ہیں جنہوں نے حضرت سمیہ رضی اللہ عنہا کی طرح خود کو ہر طرح کی قربانی کے لیے پیش کیا۔

ابتدائی ایام اور مرکزِ رائے ونڈ کی قربانیاں:

حاجی بشیر صاحب ایک بڑے عہدے پر فائز تھے اور گورنمنٹ کی طرف سے ہر طرح کی سہولت میسر تھی، گھر میں ہر طرح کے خدام کی فراوانی تھی، مگر اللہ کی نظرِ انتخاب ان پہ پڑی اور ان کے خاندان کو چنا گیا

ان قربانیوں کے لیے جن کا آج تبلیغی دنیا میں تصور بھی نہیں رہا۔ سن ۶۲ میں مولانا احسان الحق صاحب دامت برکاتہم العالیہ رائے ونڈ تشریف لائے اور اپنی زندگی ۱۰۰ فیصد بڑوں کے تابع کر دی، ایک قدم بھی اپنی مرضی سے نہ اٹھاتے، ایک ذرا سی اپنی خواہش بھی بڑوں کی منشا کے خلاف نہ پوری کرتے۔ سن ۶۵ میں ان کی شادی ہوئی، سن ۶۶ میں رائے ونڈ منتقل ہو گئیں۔ یہ وہ وقت تھا جب تبلیغ اپنے ابتدائی مراحل میں تھی، چونکہ پاکستان کے ماحول میں یہ دین کی محنت کا نیا طرز تھا لہذا ہر طرف سے مخالفت تھی۔ وہ چند لوگ جو رائے ونڈ مرکز میں مقیم تھے اعلیٰ سطح کی قربانیاں کر گئے۔

گھر، کھیت اور مشقت بھری زندگی کا منظر نامہ:

مولانا احسان صاحب کی والدہ ماجدہ اور اہلیہ محترمہ رائے ونڈ میں رہنے لگیں۔ گھر تو اللہ تعالیٰ نے بہت وسیع دیا تھا، مگر اس وقت کے مطابق مرکز سے دور تھا، مرکز اور گھر کے درمیان میں کھیت تھے جہاں سبزی لگی ہوتی تھی اور ایک پگڈنڈی تھی جس پر چل کر گھر کی طرف آیا جاتا تھا۔ گھر کے چاروں طرف کھیت تھے، چارے کی فصل لگائی جاتی جس کے پودوں کی بلندی کی وجہ سے رات کو گیدڑ آ جاتے۔ ہماری دادی جان بہت بہادر خاتون تھیں، اعلیٰ درجے کی با اخلاق و باصفات تھیں۔ جبکہ ہماری والدہ ماجدہ کم عمر، نازک مزاج۔۔ انتہائی مشقت کی زندگی، پانی کے لیے ہینڈ پمپ، پینے کا پانی ماشکی مشکیزہ میں لے کر آتا، لکڑیوں کی آگ پہ بڑے توے پر روٹی بناتے اور مٹی کے تیل کے چولہے باورچی خانے میں رکھے ہوتے۔ ہمارے والد ماجد کا دستور تھا کہ جو سہولت مردوں کے مرکز میں نہیں ہوگی وہ گھر میں بھی نہیں ہوگی۔ مرکز میں پنکھے نہیں تھے، ہاتھ والے پنکھے استعمال ہوتے تھے جو کہ بہت بڑے سائز کے تھے، بیان کے دوران کچھ لوگوں کی تشکیل ہوتی کہ وہ مجمع میں پنکھے سے مجمع کو ہوا دیں۔ اس لیے ہمارے ابو جان کی طرف سے یہ طے تھا کہ گھر میں بھی پنکھے نہیں ہوں گے۔ ایک پنکھا تھا ایک کمرے میں جو کہ دادا جان کی آمد پر استعمال ہوتا یا پھر بڑے بزرگ حضرات جو ہمارے گھر میں قیام کرتے جیسا کہ قریشی صاحبؒ، قاضی عبد القادر صاحبؒ، مفتی زین العابدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ان سب کے لیے وہ پنکھا تھا۔ مستورات کا مرکز نہیں تھا۔

مہمان نوازی اور جماعتوں کی آمد و رفت:

جماعتیں کراچی سے ٹرین پہ، پشاور، کوہاٹ اور مختلف شہروں سے بسوں پہ اتریں۔ اطلاع کے ذرائع

بہت کمزور تھے اس لیے اچانک سے جماعت دروازے پر آجاتی، اکثر بس بھر کے جماعت آتی اور اگر ۱۲ عورتیں ہوتیں تو ان کے ساتھ ۱۸ بچے ہوتے۔ کیونکہ اس زمانے میں ترغیب دی جاتی تھی بچوں کو ساتھ لے کر جائیں گے تو دہرا اجر ملے گا۔ اپنا پورا گھر پیش کر دیا جاتا جماعت کے لیے اور اپنے چھوٹے چھوٹے بچوں کے ساتھ اور مہمان بچوں کو بھی ساتھ لے کر کبھی صحن میں امرود کے درخت کے نیچے بیٹھتیں اور کبھی برآمدے میں۔

بڑے وسیع ظرف والی تھیں ہماری مائیں۔ مختلف قبائل و خاندان کے بچوں کو اپنے بچوں کے ساتھ گھر میں خوش دلّی سے برداشت کرنا یہ کوئی آسان بات نہ تھی۔ اس طرح سے جماعتیں گھر میں ہی بیانات بھی سنتیں، ہدایات بھی ہوتیں۔ اور پھر یہیں سے جماعتیں رخصت ہوتیں۔ اس زمانے میں ۱۵ دن کی ترتیب نہیں تھی، ۱۰ دن کی ترتیب تھی۔ ۱۰ دن کے لیے جماعتیں نکلا کرتی تھی جو رائے ونڈ آتیں اور بیرون سے بھی اکثر آمد ہو جاتی تھی۔

مکمل جماعت کی صورت میں تو بہت کم آمد ہوئی، افراد ہی آتے تھے کبھی عرب ممالک سے، کبھی افریقہ سے، کبھی یورپ، امریکہ سے اور آنے والوں کے لیے کوئی وقت مقرر نہیں تھا، کوئی ایک ماہ کے لیے، کوئی چار ماہ کے لیے، کوئی دو ماہ کے لیے اور نہ ہی یہاں پر ہر وقت جماعتیں ہوتی تھیں کہ جن کے ساتھ جوڑ کر تشکیل میں بھیج دیا جائے۔ جب کوئی جماعت آتی تو ان کے ساتھ یہ مستورہ تشکیل میں چلی جاتیں اور جماعت آکر گھروں کو چلی جاتی تو یہ بیرون کی مستورات یہیں گھر میں رکتیں۔

والدہ محترمہ اور دادی جان اس کو اپنے ساتھ گھر کے فرد کی طرح رکھتیں۔ مردوں کا گھر میں داخلہ بند ہو جاتا۔ اس طرح کئی عرب خواتین۔ افریقین خواتین، مختلف ممالک کی مستورات ہمارے گھر میں مہینوں رکیں۔ مگر اللہ درجات بلند کرے ہماری والدہ ماجدہ اور دادی جان کے کہ انہوں نے جس خوش دلّی، خندہ پیشانی اور فراخدلی سے یہ خدمت انجام دی۔ اس کی مثال اس دور میں ناممکن ہے۔

اکابرین کی خدمت اور طویل ریاضت:

اس کے علاوہ حاجی عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے لیے گھر میں کھانا بنتا، ان کے لیے الگ سے پرہیزی کھانا تیار کیا جاتا۔ اور ابو جان کی طرف سے بہت زیادہ تاکید ہوتی تھی یہ کھانا امانت ہے کوئی چکھنے کی جسارت بھی نہ کرتا۔ تقریباً ۴۰ سال ان کے کھانے کی خدمت کی سعادت اللہ نے ہمارے گھرانے کو دی۔

ماہانہ شوریٰ کے احباب کا کھانا گھر میں سالوں بنتا رہا، شروع میں تو گھر میں ہی کھانا کھاتے تھے پھر مرکز میں کھلانے کی ترتیب بن گئی مگر کھانا گھر میں ہی بنتا تھا اور اسی طرح مدرسہ کے ممتحنین کے لیے بھی کھانا تقریباً ۴۰ سال تک ہمارے گھر میں تیار کر کے بھجوایا جاتا۔ ہمارے دادا جان اور والد صاحب بڑوں کی خدمت اور جماعتوں کی خدمت کے اعلیٰ درجے کے جذبات رکھتے تھے، تن من دھن سب کچھ لگا دینا چاہتے تھے مگر ان کی تکمیل ہماری دادی جان اور والدہ محترمہ کی مشقت، محنت، تابعداری، اطاعت اور ہر وقت خود کو اپنی تمام ضروریات اور خواہشات کو پیچھے ڈال کر حاضر رکھنے کی وجہ سے اللہ نے کی۔ بہرحال داستان تو بہت طویل ہے مگر یہ اس کا ایک مختصر سا عکس ہے۔

مستورات مرکز کا قیام اور والدہ محترمہ کی حیاتِ مستعار:

پھر ۱۹۸۱ میں مستورات کے لیے مرکز بنایا گیا اور اللہ تعالیٰ کا خاص کرم ہوا، ہمارے گھر کے ساتھ مرکز بنانا طے ہوا۔ الحمدللہ! ہمارے گھر کی مستورات نے دل و جان سے وہاں کی خدمت کو اپنا فریضہ سمجھا، اس کے لیے بے انتہا قربانیاں دیں۔ ابھی بہت سی مستورات مختلف شہروں میں اس کی آنکھوں دیکھی شاہد موجود ہیں۔ بہرحال ہماری والدہ محترمہ اللہ تعالیٰ غریقِ رحمت کرے، ۱۷ سال کی عمر میں رائے ونڈ آئیں اور ۷۶ سال کی عمر میں اس دارِفانی سے رخصت ہوئیں۔ اپنی تمام جوانی، زندگی کے تمام ادوار دعوت و تبلیغ کی سرفرازی کے لیے قربان کر دیے۔

انفرادی زندگی کا فقدان اور اخلاقِ کریمانہ:

ایک بات جس کا بہت شدت سے احساس ہوتا ہے۔۔ انفرادی زندگی کی ایک جھلک بھی ہماری والدہ محترمہ نے نہیں دیکھی۔ کبھی ہمارے والد صاحب کے ساتھ انفرادی سفر نہیں کیا، کوئی تفریحی سفر نہیں کیا۔ یہاں تک کہ جماعت میں بھی ہمارے والد صاحب کے ساتھ کوئی سفر نہیں ہوا، نہ حج و عمرہ کا کوئی سفر والد ماجد کے ساتھ ہوا، سارے سفر اپنے بھائیوں کے ساتھ اور بیٹوں کے ساتھ ہوئے۔ والد صاحب کی ہمراہی میں صرف ایک سفر چار ماہ کا مستورات کی جماعت میں فرانس کا ہوا۔ ان کی بے شمار خوبیوں میں جو اہم تھیں: اپنی زندگی میں آنے والے نامساعد حالات، مشقتوں، تکلیفوں کا کبھی شکوہ نہیں کیا۔ نہ ہی کبھی فخر و غرور کا اظہار کیا کہ ہماری قربانیوں کی وجہ سے تبلیغ کی بنیاد بنی۔ غیبت نہیں کرتی تھیں، کسی کے خلاف بات نہ کرتی نہ

سنتی تھیں۔ دین کا کام کرنے والوں کے مخالفین تو ہمیشہ ہوا کرتے ہیں، کبھی کسی مخالف کا سامنا ہو جائے تو نہایت محبت و ملائمت بھرے لہجے سے بات کرتیں۔ ان کے لہجے کی خوبصورتی و مٹھاس، نرمی اور شفقت بھرے اندازِ تکلم کی بنا پہ دنیا بھر میں بلاتمیز رنگ و نسل ان کی ہزاروں روحانی بہنیں اور بیٹیاں ہیں۔۔ان کا نامۂ اعمال تا قیامت کھلا رہے گا ان شاء اللہ۔

دعوت و تبلیغ کی اساس اور دعا:

اور ان کی قربانیوں کی بنا پر جو دعوت و تبلیغ کی اساس، خصوصاً مستورات کے کام کی داغ بیل ڈالی۔ یہ سلسلہ نسل در نسل چلتا رہے گا ان شاء اللہ۔ اللہ تعالیٰ ان کی پرخلوص قربانیوں کے صدقے ہمیں، ہماری اولادوں کو تا قیامت راہِ حق پہ گامزن رکھے۔ اشاعتِ دین کے لیے قبول کیے رکھے، ہماری غفلتوں، کوتاہیوں، نالائقیوں کی وجہ سے ہمیں محروم نہ کرے۔

اَللّٰھُمَّ اجْعَلنا خیرَ خلَفٍ لخیر سلَفٍ.

***

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حسد کے مرض سے بچو۔ حسد آدمی کی نیکیوں کو اس طرح کھا جاتا ہے جس طرح آگ لکڑی کو کھا جاتی ہے۔

مراکز تربیت "مسجد" سے معاشرہ تک افراد سازی

حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب رحمہ اللہ

حضرت مولانا محمد احسان الحق رحمہ اللہ کی طرف سے تبلیغ میں نکلنے والی مستورات کے لیے دی گئی قیمتی اور مفید ہدایات قارئین کی خدمت میں پیشِ خدمت ہیں۔

گھر میں جتنی عورتیں ہیں، جتنے بچے ہیں، سب کو مسنون دعائیں یاد کرانا: کھانے سے پہلے، کھانے کے بعد، سونے سے پہلے، سونے کے بعد، گھر میں داخل ہونے سے پہلے، گھر سے نکلنے کے بعد، بیت الخلاء میں جانے سے پہلے، نکلنے کے بعد، شیشہ دیکھتے وقت، دودھ پیتے وقت، نیا پھل کھاتے وقت۔ جتنی مسنون دعائیں ہیں، ساری عورتوں کو سکھانا، سارے اپنے بچوں کو سکھانا، پھر ان دعاؤں کا اہتمام کرنا۔

پھر وقت بچ گیا۔ اب جو وقت بچ گیا، خاوند تو گیا دفتر، بچے گئے اسکول، عورت گھر میں اکیلی ڈر رہی ہے۔ آؤ جی! اللہ کا ذکر شروع کر دو۔ جو اللہ کا ذکر کرتا ہے، اللہ اس کے ساتھ ہو جاتا ہے، اللہ اس کے ساتھ ہو جاتا ہے، اللہ اس کو یاد کرنے لگ جاتا ہے۔ تو خالی اوقات کو اللہ کے ذکر سے عورتیں بھی آباد کریں، لڑکیاں بھی آباد کریں، گھر میں خالی اوقات کو اللہ کے ذکر سے۔ اور ہاتھ کام کر رہا ہو، زبان اللہ کا ذکر کر رہی ہو۔ کھانا بھی پکاتی جائے، درود بھی پڑھتی جائے، تو جو اس کھانے کو کھائے گا، اس کے دل میں رسول ﷺ کی محبت پڑتی چلی جائے۔ کپڑے بھی دھوتی جائے، برتن بھی دھوتی جائے، جھاڑو بھی دیتی جائے، اللہ کا ذکر بھی کرتی جائے۔

گھر میں ایک ذکر کا ماحول، نماز کا ماحول، ایمان کا ماحول، قرآن کی تلاوت کا ماحول، اور روزانہ ہر گھر میں تعلیم کا حلقہ، آدھا گھنٹہ، تاکہ گھر کی عورتیں، بچیاں، لڑکیاں، لڑکے، سب آدھا گھنٹہ فرشتوں کی صحبت میں بیٹھیں، اللہ کی رحمت ان پر برسے، سکینہ ان پر نازل ہو۔

اب بچوں کو تو بھیج دیا اسکول، سارا شیطانی ماحول۔ بچے وہاں سے گھر واپس آئے، ماں نے کھانا کھلا کے بھیج دیا، گلی میں سارا شیطانی ماحول۔ اب ہر وقت وہ شیطانی ماحول میں رہے تو بچے شیطان نہ بنیں تو کیا؟

بچہ سات سال کا ہو جائے، اس کو تعلیم کے حلقہ میں بیٹھانا شروع کریں۔ تعلیم کے حلقہ میں بیٹھانا، پہلے فضائلِ اعمال کی کتابیں پڑھی جائیں، پھر چھ نمبر کہے جائیں۔ آج بیٹا چھ نمبر کہے، کل بیٹی چھ نمبر کہے، پرسوں امی جان کہیں اور ترسوں آپا جان کہیں۔ گھر میں اگر بوڑھی دادی اماں ہیں تو ان کو بھی چھ نمبر سکھانے۔ گھر کے ہر فرد کو چھ نمبر کا داعی بنانا ہے، تاکہ گھروں میں مرد بھی دعوت دیں، بچے بھی دعوت دیں۔ کوئی سہیلی ملنے آ گئی، کوئی پڑوسن ملنے آ گئی، کوئی رشتہ دار عورت ملنے آ گئی، کوئی مانگنے والی آ گئی، کوئی مائی کام کرنے والی عورت گھر میں آئے، سہی، تو گھر کی عورت اُس کو چھ نمبروں کی دعوت دینے والی ہو۔ بچہ کوئی آ جائے تو بچے اُس کو دعوت دیں، لڑکی کوئی آ جائے تو لڑکی ہماری اُس کو دعوت دے۔ گھر کے ہر فرد کو دین کا داعی بنانا ہے۔ گھر کے ہر فرد کو دین کا داعی بنانا ہے۔

عورتیں اپنے مردوں کو بھیجیں علماء اور مفتی صاحبان کی خدمت میں، اور اُن سے پوچھ کر آئیں کہ گھر کے لیے اللہ کے کتنے حکم اور رسولِ پاک علیہ السلام کی کتنی سنتیں، گھر کے لیے کتنی سنتیں۔ پھر میاں بیوی بچے روزانہ مشورہ کریں اور جتنا ایمان بنتا جائے اور استعداد پیدا ہوتی جائے، ایک ایک حکم اللہ کا گھر میں زندہ کرنا، رسولِ پاک علیہ السلام کی ایک ایک سنت گھر میں زندہ کرنا۔ اور رسولِ پاک علیہ السلام کی سنتیں سو فیصد گھر میں زندہ ہو جائیں، تو اس کا ماحول گھر میں بنانا: اللہ کے حکموں پر چلنے کا۔

چھوٹے چھوٹے بچے بھی سنتوں پر چل رہے ہوں، سنت کے مطابق کھانا، سنت کے مطابق کپڑے، سنت کے مطابق بال، سنت کے مطابق چلنا، سنت کے مطابق کھڑا ہونا، سنت کے مطابق گھر سے باہر، گھر سے اندر، ہر کام سنت کے مطابق، اور اللہ کا ہر حکم، ہر حکم گھر میں موجود اور زندہ ہو۔

مثلاً ایک سنت کیا ہے کہ نئی چیز کا استعمال آدمی شروع کرے تو جمعے کے دن کرے۔ جوتے خریدے ہیں، بدھ کو بھائی، بدھ کو نہ پہنے، جمعرات کو نہ پہنے، جمعے کی رات کو پہن لیں، جمعے کے دن میں پہن لیں، تو آپ نے سنت کو زندہ کر دیا، اور سو شہیدوں کا ثواب اللہ آپ کو عطا فرمائے گا۔

تو اللہ کے سارے حکم علماء اور مفتی صاحبان سے پوچھ پوچھ کر گھر میں اللہ کے سارے حکم زندہ، تو دکان میں بھی کرنے، دفتروں میں بھی کرنے، لیکن گھر میں اپنے بیوی بچوں کا ذہن بنا کر، ایمان بنا کر، ان

کے مشورے سے سارے حکم، ساری سنتیں۔

پھر ہر گھر کو تبلیغی مرکز بھی بنانا ہے۔ ہر گھر میں روزانہ تبلیغی مشورہ ہو۔ صبح اٹھ کر پہلے کھانے میں مشورہ نہ ہوگا: آج کیا پکے گا، ناشتہ کیا؟ یہ مشورے بعد میں ہونے چاہئیں۔ پہلا مشورہ تبلیغی ہو۔ مشورہ گھر میں کیا، مشورہ گھر میں تبلیغی ہو کہ ہمارا نبی عالمی نبی ہیں، ہماری امت عالمی امت ہے، ہماری ذمہ داری عالمی ذمہ داری ہے۔ تو ساری دنیا میں سارا اسلام زندہ ہو جائے، اس کی فکر کرنا، اس کی محنت کرنا، یہ ہمارا کام ہے۔ امت کا غم کھانا ہمارا کام ہے، دین کے مٹنے کا درد دل میں پیدا کرنا، یہ ہمارا کام ہے۔ تو ساری دنیا میں سارا دین زندہ ہو جائے۔ اب اس کے لیے روزانہ مشورے ہوں۔ یہ بچہ، ماشاءاللہ، بڑا سمجھ دار ہے، 9-10 سال کا ہو گیا ہے، یہ آپ کے ساتھ مسجد کی تعلیم میں شریک ہوا کرے گا۔ یہ 12 سال کا ہو گیا ہے، یہ ڈھائی گھنٹے آپ کے ساتھ لگائے گا، گشت کیا کرے گا۔ یہ 15 سال کا ہو گیا ہے تو یہ سہ روزے میں آپ کے ساتھ جائے گا۔ اب یہ 16-17 سال کا ہو گیا ہے تو چلے میں بھیجو اس کو۔ 17-18 سال کا ہو گیا ہے تو تین چلے میں اس کو بھیجو۔

اپنے سارے بچوں کو تبلیغ میں چلانا، اور اپنی بیٹیوں کو بھی تبلیغ میں چلانا۔ پھر ان کی شادیاں کر دیں تو بہوؤں کو بھی تبلیغ میں چلانا۔ بیٹی کی شادی کر دیں تو داماد کو بھی، جو گھر کے در کھانے نمک شد، جو آدمی لگتا جائے، تبلیغ والا بنتا چلا جائے۔

پھر اس میں، پھر اس میں مستورات کیا؟ بھائی، ہر دوسرے مہینے سہ روزہ لگنا چاہیے عورتوں کا، مردوں کا تو ہر مہینے سہ روزہ ہے، عورتوں کا دوسرے مہینے سہ روزہ۔

پھر روزانہ جو تبلیغی مشورہ چلے گا، اپنے سارے محلے کے تقاضے، اپنے سارے شہر کے تقاضے۔ خدا وہ دن بھی لائے کہ میاں بیوی بچے بیٹھ کے سارے پاکستان کے تقاضوں کو سوچیں، اپنے سارے شہر کے تقاضوں کو سوچیں۔ بلوچستان میں دین کا کیا حال ہے؟ سندھ میں عورتوں کا کام کیسا ہے؟ پنجاب میں تبلیغی کام مردوں کا کیسا ہے اور عورتوں کا کیسا ہے؟ صوبہ سرحد میں کتنی عورتوں نے چلے لگا لیے ہیں؟ کتنے سہ روزے لگا لیے؟ سارے پاکستان کے تقاضوں کو سوچنا۔

سال بھر کی جماعتیں کہاں کہاں چلنی ہیں؟ کہاں چلے کی جماعت بھیجنی ہے؟ کہاں تین چلوں کی جماعت بھیجنی ہے؟ کہاں مردوں کی بھیجنی ہے؟ اور خدا وہ دن بھی لائے کہ میاں، بیوی، بچے بیٹھ کر سارے

عالم کے تقاضوں کو سوچیں۔ امریکہ میں اسلام کا کیا حال ہے اور امریکہ میں تبلیغ کا کام کیسا چل رہا ہے؟ نائجیریا میں مردوں کا کام کیسا ہے؟ ملائیشیا میں عورتوں کا کام کیسا ہے؟ جاپان میں تبلیغی کام کیسا ہے؟ تاجکستان میں اسلام کا کیا حال ہے؟ کتنے لوگوں کو کلمہ نہیں آتا؟ سارے دنیا کے ملکوں کے حالات، اسلام کے اعتبار سے، تبلیغی اعتبار سے معلوم کرنا۔

یعنی مطلب یہ ہے، جو کچھ رائیونڈ میں چل رہا ہے، یہ سارا ماحول ہماری مسجد کے اندر زندہ ہو، اور جو کچھ مسجدوں میں چل رہا ہو، وہ سارا کچھ ہمارے گھروں میں زندہ ہو۔ کیوں؟ اس لیے کہ رسولِ پاک علیہ السلام کی مسجد میں اور آپ کے گھر کے ماحول میں کوئی فرق نہیں تھا۔ جو ایک قدم رکھیں، تو آپ مسجد میں تشریف فرما ہوتے تھے، دوسرا قدم رکھیں تو گھر، گھر بالکل مسجد سے متصل بنایا۔ جو کچھ گھر میں ہوتا تھا، وہ سارا کچھ آپ کی مسجد میں ہوتا تھا، جو کچھ مسجد میں ہوتا تھا، وہ سارا کچھ آپ کے گھروں میں ہوتا تھا۔

تو جو رائیونڈ میں ماحول ہے، اس مرکز میں، وہ ہر مسجد میں لانا ہے۔ جو ہر مسجد میں ماحول ہے، وہ ہر دکان، ہر دفتر، ہر کھیت، ہر کارخانے، ہر اسپتال، ہر اسکول، ہر پارلیمنٹ ہاؤس، ہر جھونپڑی میں، ہر مکان میں لے کر آنا ہے۔

ہر مسلمانوں کے ہر گھر کو تبلیغی مرکز بنانا ہے۔ ہر مرد کو مبلغ بنانا ہے، ہر عورت کو مبلغ بنانا ہے۔ ہمارا مال اسلام کے لیے، ہماری جان اسلام کے لیے، ہماری اولاد اسلام کے لیے، ہمارا گھر اسلام۔ تو گھروں میں جماعتیں ٹھہرانا، گھر سادہ بنائیں... کھانا صحت کے مطابق رکھیں، مگر سادہ رکھیں، دو دو، تین تین سالن نہیں ہونے چاہئیں۔ ابھی مفتی صاحب، دو دو، تین تین سالن فرمایا کہ ابھی ہم تو سفر کر کے آئے، وہ یہ طے کیا کہ وہی سالن پکے گا ہم سب کا، مگر ایک سالن پکے گا، زیادہ نہیں پکے گا۔ تو ایک سالن ہونا ہے۔ یہ نہیں، دو دو، تین تین سالن، چار چار چپٹے، اور مصالحے، اور کباب، اور پلاؤ، اور زردے، اور کیا رنگ برنگے کھانے!

ہاں مہمان کا اکرام، ایک الگ چیز ہے۔ اپنے گھر میں کھانا سادہ، اپنے گھر میں کپڑے سادے، اپنے گھر میں جوتی سادی۔ اپنے گھر، جو اللہ سے تھوڑی روزی پر راضی ہو جائے گا، اللہ تعالیٰ اس سے تھوڑے عمل پر راضی ہو جائیں۔

ہمارے زمانے میں شادی ایک بہت بڑا کام بن گیا، مکان بہت خرچیلا کام بن گیا۔ ہمارے زمانے میں سواری پر لاکھوں خرچ کیے جا رہے ہیں، اور جو سامان، گھر کے اندر کے سامان ہیں، ان پر لاکھوں لگائے

جارہے ہیں۔مشکل یہ ہے کہ ہر دو، تین مہینے کے بعد ڈیزائن بدل جاتا ہے، ۔تو جوتی کا ڈیزائن بدل گیا، کرتے کا ڈیزائن بدل گیا،شلوار کا ڈیزائن بدل گیا، ٹی شرٹ کا ڈیزائن۔

اب ڈیزائن بدلنے کے دونقصان۔ پہلا نقصان یہ کہ پرانے ڈیزائن کی جتنی نعمتیں گھر میں موجود ہیں، ان پر اللہ کا شکر دل سے نکل جاتا ہے۔اچھی نہیں لگتی،شکر کیا کرے گا؟ اب نئے ڈیزائن کی چیز خرید کے لاؤ گھر میں۔ یہ فرمائش، اب وہ نئے ڈیزائن کی چیز خرید کے لایا، بلاضرورت،تو یہ اسراف میں مبتلا ہوگیا۔

ارے چھوڑو سارے ڈیزائن! ڈیزائن پکڑ لو ایک حضرت محمد ﷺ کا۔سو سال بھی گزر جائیں گے، ان کے نمونے پر جو کرتا بنا ہوا ہوگا،سو سال کے بعد بھی آدمی دیکھے گا کہ یہ سنت کے مطابق بنا ہوا ہے۔اس کرتے کو دیکھتے ہی دل میں ایمان کی لہر، ان شاءاللہ دوڑ جائے گی۔

تو اصل بات یہ ہے کہ بڑا فکر آجائے تو چھوٹا فکر چلا جاتا ہے۔آدمی سر پکڑ کے بیٹھا ہوا ہے کہ میرے سر میں درد ہورہا ہے،سر میں درد ہے، بڑا پریشان اس فکر میں لگا ہوا۔اتنے میں کیا دیکھتا ہے کہ سانپ آرہا ہے کاٹنے کے لیے۔تو بتاؤ، سانپ کو دیکھ کر دردِ سر یاد رہے گا کہ نہیں رہے گا؟ سارا دردِ سر بھول جائے گا۔ اب تو جان بچانے کی فکر بڑی فکر لگ جائے تو چھوٹی فکریں بھول جاتا ہے۔صحابہ کرام کے مردوں،عورتوں کو بڑی فکر لگی ہوئی تھی کہ ساری دنیا کے انسان دوزخ میں جارہے ہیں۔ہم نے ہر انسان کے پاس جانا ہے، ہمدرد بن کر، خیر خواہ ہوکر، اور اس کو دعوت دینی ہے، تاکہ اللہ اس کو ایمان دے، ہدایت دے، تاکہ بیچارہ دوزخ سے بچے، جنت میں چلا جائے۔

تو صحابہ کرام کے مردوں، عورتوں کو تمام انسانوں کو دوزخ سے بچانے کی فکر لگی ہوئی تھی، اس لیے کھانے کی فکر بھول گئے، کپڑے کی فکر بھول گئے۔شادی، یہ سب چھوٹے چھوٹے،تھوڑے سے وقت میں، تھوڑے خرچے میں،معمولی سے معمولی۔

ایک صحابی نے دوسرے صحابی سے کہا: ارے میاں، اس گھر میں جانا، ذرا ان کو جا کر میری شادی کا پیغام دینا۔میں ان کی فلاں بیٹی سے شادی کرنا چاہتا ہوں۔

وہ صحابی باہر کھڑے ہوگئے، دوسرے صحابی اندر گئے۔"فلاں صحابی ہے، آپ کی فلاں بیٹی سے شادی کا پیغام، میں ان کی طرف سے لے کر آیا ہوں۔"گھر والوں نے کہا کہ ان پہ تو ہمارا دل راضی نہیں ہوتا، آپ سے دل راضی ہوتا ہے، آپ کو ہم بیٹی دینے کو تیار ہیں۔انہوں نے کہا:"چلو، میرے ساتھ نکاح پڑھ

دو۔" وہیں نکاح ہو گیا۔ نکاح میں دو گواہوں کا ہونا ضروری ہے، بس یہ شرط ہے دو گواہوں کا ہونا۔ اب دو آدمی تو گھر میں مل ہی جاتے ہیں۔ اب اندر سے نکاح پڑھا کر، شرماتے شرماتے باہر آئے۔" اجی بھائی صاحب! میں اندر گیا تھا، آپ کی طرف سے پیغام دیا تھا، مگر وہ آپ پہ تو راضی ہوئے نہیں، میرے پہ راضی ہو گئے، تو میں اپنا نکاح پڑھوا کر آ رہا ہوں!

اتنا مختصر! بڑی فکر لگی ہوئی تھی، اس لیے یہ فکر بہت مختصر، بہت چھوٹی ہو گئی۔

تو اب ہمارا زمانہ ہوتا تو باہر والا کہتا: "ارے، تم تو پکے دھوکے باز، مکار ہے! تیری اپنی نیت پہلے سے خراب تھی، تم میری شادی کرانے نہیں چاہتا تھا، یہاں پر خود کرنا چاہتا تھا، تم نے مجھے دھوکہ دیا، زندگی بھر تم سے بات نہیں کروں گا۔

باہر والے صحابی کا بھی جواب سننے کا ہے۔ یوں فرمایا: "ارے میاں! آپ کیوں شرما رہے ہیں؟ مجھے شرمانا چاہیے، اس لیے کہ اللہ تعالیٰ نے مقدر میں آگے لکھ رکھا تھا، اس عورت سے شادی کرنا۔ میں خواہ مخواہ زور لگا رہا تھا۔" اور انہوں نے بھی ایسا جواب دیا کہ اور دوستی میں اضافہ ہو گیا۔ تو یہ مکان، یہ سواری، یہ کھانا، یہ شادی، یہ کپڑے، یہ فرنیچر، سب غائب ہو گیا تھا۔

ہمارا مال اسلام کو زندہ کرنے کے لیے، لوگوں کو دوزخ سے بچانے کے لیے، لوگوں کو جنت میں لے جانے کے لیے، لوگوں کو دعوت دینے کے لیے، لوگوں کی تعلیم و تربیت کے لیے، یا غریبوں، فقیروں، محتاجوں کی ضرورتوں پر لگنے کے لیے۔ اپنے اوپر کم سے کم لگانا، اور اپنی اور اپنی گھر کی زندگی...

ہاں، گھر یہ اتنا ہم ضرور کہیں گے: گھروں کو آپ سادہ تو بنائیں، مگر تھوڑا سا بڑا بنائیں، جماعتوں کو ٹھہرانے کی نیت سے، تاکہ پچاس، ساٹھ سو عورتیں محلے کی آ بھی سکے، اور ایک دو ٹوٹیاں، ذرا وضو کی جماعت والی عورتوں کی نیت سے زیادہ لگا لو۔

گھر کے لیے ایک بیت الخلاء بنائے تو جماعت کے لیے بھی ایک بیت الخلاء بنا لو۔ ملاقات کرنے کا باپردہ انتظام کر لو، تاکہ گھروں میں جماعتیں ٹھہر سکیں۔

***

استاذُ العلماء، مبلغِ اسلام، حضرت اقدس مولانا محمد احسان الحق صاحب نور اللہ مرقدہٗ کی حیات وخدمات

جمع وترتیب: حافظ فہد اعوان

حضرت اقدس شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کا ایک فرمان گویا مولانا احسان الحق رحمہ اللہ کی پوری حیاتِ دینی کا جامع خلاصہ ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا: ''مولوی احسان الحق نے تینوں چیزوں کو جمع کیا: تبلیغ، تعلیم، تزکیہ۔''

یہ مختصر مگر جامع جملہ حضرتؒ کی پوری زندگی کے تین بنیادی ستونوں کی نشان دہی کرتا ہے۔

پیدائش اور خاندانی ماحول

حضرت مولانا احسان الحق صاحب رحمہ اللہ 1942ء میں فیصل آباد کے نواحی علاقے کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والدِ گرامی، حاجی محمد بشیر صاحب، سلسلۂ ملازمت کے باعث وہیں مقیم تھے۔

حاجی محمد بشیر صاحب ان جلیل القدر اہلِ فن میں شمار ہوتے تھے جنہوں نے پاکستان میں شعبۂ مواصلات کے ادارہ جاتی ڈھانچے کی تشکیل واستحکام میں نمایاں کردار ادا کیا۔ ہری پور میں قائم ہونے والی ٹیلی کمیونیکیشن انڈسٹری (TIP) کے بانی ومبانی انجینئر کی حیثیت سے بھی ان کا نام اس شعبے کی تاریخ میں نمایاں نظر آتا ہے۔ اگرچہ ان کی عملی زندگی فنی مہارت، انتظامی بصیرت اور منصبی ذمہ داریوں سے عبارت تھی، تاہم دعوت وتبلیغ سے گہری وابستگی نے ان کی حیات کا رخ یکسر بدل دیا۔ یوں وہ محض ایک ماہرِ فن اور سرکاری افسر کی حیثیت تک محدود نہ رہے، بلکہ دینی حمیت، دعوتی تڑپ اور خدمتِ دین کے باعث ایک ممتاز دینی شخصیت کے طور پر بھی اپنا مقام منوا گئے۔

جب رائے ونڈ کے تبلیغی مرکز کی دعوتی وتبلیغی سرگرمیوں کی امارت ان کے سپرد کی گئی، اس وقت بھی وہ محکمۂ ٹیلی فون سے وابستہ تھے اور پی ٹی سی ایل میں بحیثیتِ ڈائریکٹر خدمات انجام دے رہے تھے۔ ان کا معمول نہایت منفرد اور قابلِ رشک تھا: یومیہ مصروفیات کا ابتدائی حصہ منصبی فرائض کی ادائیگی میں صرف ہوتا، جب کہ باقی اوقات مرکز کے دینی، دعوتی اور تبلیغی مشاغل کے لیے وقف رہتے۔ یوں ملازمت کی مصلحتیں اور دعوتِ دین کی ذمہ داریاں ان کی زندگی میں باہم متصادم ہونے کے بجائے ایک ہی مقصد، یعنی رضائے الٰہی اور خدمتِ دین، کے تحت جمع ہوگئی تھیں۔

حضرت مولانا احسان الحق صاحب رحمہ اللہ نے فیصل آباد میں مڈل تک عصری تعلیم حاصل کی۔ 1947ء سے 1954ء تک ان کا قیام کراچی میں رہا۔

دینی تعلیم

حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب رحمہ اللہ کو مولانا احسان الحق صاحب کی دینی تربیت کی ہمیشہ فکر رہتی تھی۔ کبھی حاجی محمد بشیر صاحب سے اس موضوع پر گفتگو ہوتی تو حاجی صاحب نہایت اطمینان اور اعتماد کے ساتھ فرمایا کرتے کہ جو شخص دوسروں کی اولاد کی دینی خیرخواہی میں مصروف ہو، اللہ تعالیٰ اس کی اپنی اولاد کو بے سہارا نہیں چھوڑتا۔ بعد کے حالات نے ان کے اس حسنِ ظن اور یقین کو صداقت کی روشن دلیل فراہم کر دی، اور اللہ تعالیٰ نے ان کی اولاد سے دین کی نمایاں خدمت لی۔

دینی تعلیم کے لیے حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب رحمہ اللہ مولانا احسان الحق صاحب کو فقیر والی میں مفتی فاروق احمد صاحب رحمہ اللہ کی خدمت میں لے گئے۔ رائے ونڈ اسٹیشن پر اچانک مولانا احسان صاحب نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ حاجی عبدالوہاب صاحب پریشان ہوئے، لیکن کچھ دیر بعد جب مولانا واپس آئے تو ان کا سر منڈا ہوا تھا۔

وجہ دریافت کی گئی تو بتایا کہ بال سنت کے مطابق نہیں تھے، اس لیے جس دینی ماحول میں جا رہا ہوں، وہاں پہنچنے سے قبل اپنی ظاہری وضع قطع بھی اسی ماحول کے مطابق کر لی ہے۔

یہ واقعہ اگرچہ بظاہر معمولی معلوم ہوتا ہے، مگر طالب علمی کے ابتدائی زمانے ہی میں دینی ماحول سے ان کی ذہنی وقلبی وابستگی اور سنت کے مطابق اپنے ظاہر و باطن کو ڈھالنے کے جذبے کی ایک جھلک اس میں بخوبی دیکھی جا سکتی ہے۔

طالب علمی، محنت اور اطاعتِ استاد

فقیر والی میں حضرت مولانا احسان الحق صاحب رحمہ اللہ نے مفتی فاروق احمد صاحب رحمہ اللہ سے کسبِ علم کیا۔ اس علمی سفر میں مولانا فاروق صاحب اور ان کے مشہور زمانہ صاحب زادے، لسانُ التبلیغ پروفیسر مولانا محمد احمد انصاری بہاولپوری، نے بھی انہیں علومِ نبوت، قرآن و حدیث سے بہرہ ور کیا اور ان کے علمی ذوق کی آبیاری فرمائی۔

حضرت کا شوقِ تحصیلِ علم اور اپنے استاد سے تعلقِ خاطر اس درجہ تھا کہ مفتی فاروق احمد صاحب رحمہ اللہ جب ٹانگے میں سفر فرما رہے ہوتے تو مولانا ساتھ ساتھ سبق سناتے جاتے۔ بعد کے زمانے میں اس دور کو یاد کرتے ہوئے فرمایا کرتے تھے کہ کبھی ان کا جی چاہتا کہ راستے کے گرد و پیش کے مناظر بھی دیکھیں، مگر استاد کی طرف سے آواز آتی: ''احسان! پڑھتے رہو'' استاد کی ہدایات کی پابندی محض ان کی ظاہری موجودگی تک محدود نہ تھی۔ مفتی فاروق احمد صاحب رحمہ اللہ ان کے بارے میں فرمایا کرتے تھے کہ احسان میرے سامنے بھی ویسا ہی رہتا ہے اور میری عدمِ موجودگی میں بھی اس کے طرزِ عمل میں کوئی فرق نہیں آتا۔

ایک موقع پر مفتی فاروق احمد صاحب رحمہ اللہ نے اپنے اس ہونہار شاگرد پر اعتماد اور مسرت کا اظہار کرتے ہوئے یہاں تک فرمایا کہ اگر قیامت کے دن ان سے پوچھا گیا کہ تم کیا لے کر آئے ہو تو وہ احسان کو پیش کر دیں گے اور عرض کریں گے: ''میں یہ سرمایہ لے کر آیا ہوں۔''

حضرت مولانا احسان الحق صاحب رحمہ اللہ نے فارسی کی ابتدائی کتابوں سے مشکوٰۃ شریف تک کا نصاب محض تین سال کے مختصر عرصے میں مفتی فاروق احمد صاحب رحمہ اللہ سے انفرادی طور پر مکمل کیا۔ اس کے بعد دورۂ حدیث کے لیے مظاہر العلوم سہارنپور، جسے دیوبندِ ثانی بھی کہا جاتا ہے، تشریف لے گئے۔

مظاہر العلوم سہارنپور

مظاہر العلوم سہارنپور میں حضرت کو اپنے حسنِ اخلاق، یکسوئی، علمی شغف اور خدمت کے جذبے کے باعث اساتذۂ کرام کی خصوصی محبت حاصل ہوئی۔ وہاں حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ سے بخاری شریف، مولانا اسعد اللہ صاحب رحمہ اللہ سے ابوداؤد شریف اور مولانا امیر محمد صاحب رحمہ اللہ سے ترمذی شریف پڑھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا صاحب رحمہ اللہ کی خدمت کے مختلف امور دوسرے طلبہ پہلے ہی اپنے ذمے لے چکے تھے۔ مولانا احسان الحق صاحب رحمہ اللہ بھی اپنے شیخ کی خدمت کی سعادت کے متمنی تھے، مگر بظاہر کوئی ایسا موقع میسر نہیں آ رہا تھا جسے وہ اپنے ذمے لے سکیں۔ بالآخر انہوں نے اس کا ایک نہایت خاموش مگر دل نشیں طریقہ دریافت کر لیا۔ تہجد کے وقت مسجد کی سیڑھیوں کے قریب کھڑے ہو جاتے۔ جب شیخ صاحب مسجد تشریف لاتے تو انہیں سہارا دے کر سیڑھیاں چڑھاتے۔ یوں انہوں نے خاموشی کے ساتھ خدمت کا وہ گوشہ تلاش کر لیا جو ابھی کسی دوسرے کے ذمے نہ تھا۔

حضرت رحمہ اللہ نے 1960ء میں دورۂ حدیث مکمل کیا۔ اگلے سال، 1961ء میں پاکستان واپس تشریف لائے اور مدرسہ عربیہ رائے ونڈ میں تدریسی خدمات سے وابستہ ہو گئے۔ اس ادارے کے ابتدائی زمانے میں مولانا ظاہر شاہ صاحب اور مولانا احسان الحق صاحب رحمہما اللہ تدریس کی ذمہ داریاں انجام دیتے تھے۔ حضرت مولانا اپنی زندگی کے آخری دور تک اسی ادارے سے وابستہ رہے۔

اصلاحی نسبت وخلافت

حضرت مولانا احسان الحق صاحب رحمہ اللہ نے اپنی باطنی اصلاح اور تزکیۂ نفس کے لیے حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ سے تعلق قائم کیا اور انہی سے اجازت وخلافت کی نعمت بھی حاصل کی۔ مفتی زین العابدین صاحب رحمہ اللہ اور حضرت قاضی عبد القادر صاحب رحمہ اللہ نے بھی انہیں خلافت سے سرفراز فرمایا تھا۔

مفتی زین العابدین صاحب رحمہ اللہ نے اس امر کی صراحت فرمائی تھی کہ انہوں نے مولانا احسان الحق صاحب کو محض کسی خدمت سے خوش ہو کر خلافت نہیں دی، بلکہ وہ اس منصب کی اہلیت رکھتے تھے، اسی بنا پر انہیں اجازت وخلافت عطا کی گئی۔ بہت سے لوگوں نے حضرت سے اصلاحی تعلق قائم کیا اور ان سے وابستہ افراد کی زندگیوں میں دعوت وتبلیغ کی فکر، دینی ترتیب، اصلاحِ باطن اور عملی زندگی میں شریعت کی پاس داری نمایاں طور پر محسوس کی جاتی تھی۔

درس وتدریس

حضرت مولانا رحمہ اللہ نے درسِ نظامی کی بیشتر کتب تدریس فرمائیں، تاہم مشکوٰۃ شریف، بالخصوص

اس کا پہلا حصہ، اور ابوداؤد شریف ان کی تدریسی زندگی میں خصوصی امتیاز رکھتے تھے۔

ان کے دروس علمی نکات، دقیق مباحث اور فکری فوائد سے بھرپور ہوتے تھے۔ یہی سبب تھا کہ شاگردوں نے ان کے افادات کو تحریری صورت میں محفوظ کرنے کی کوشش کی اور یوں ان کا یہ علمی سرمایہ بعد کی نسلوں کے لیے بھی نفع بخش ثابت ہوا۔

مشکوٰۃ شریف کے دروس ''التقریر الصبیح علی مشکوۃ المصابیح'' کے عنوان سے مرتب ہوئے۔ اس میں سوال و جواب کے اسلوب سے مختلف مسائل کی توضیح کی گئی اور تبلیغی ترتیب کے متعلق پیدا ہونے والے متعدد اشکالات کے جوابات احادیثِ مبارکہ کی روشنی میں دیے گئے۔ ابوداؤد شریف کے دروس ''تقریرِ ابی داؤد'' کے نام سے شائع ہوئے۔

زندگی کے آخری ایام میں طویل علالت کے باعث چلنے پھرنے اور گفتگو کرنے میں دشواری پیش آتی تھی، لیکن اس جسمانی ضعف کے باوجود جب سبق دیتے تو علمی افادیت اور روحانی تاثیر کی وہ کیفیت برقرار رہتی جو ان کی پوری تدریسی زندگی کا امتیاز تھی۔

طلبہ کے ساتھ شفقت و محبت

سبق شروع کرتے ہوئے کبھی طلبہ سے اپنی محبت کا اظہار فرماتے اور کہتے: ''إني أحبكم في الله'' کبھی ظاہری خیریت دریافت کرنے کے ساتھ ساتھ ان کی ایمانی کیفیت اور اللہ تعالیٰ سے تعلق کے بارے میں بھی استفسار فرماتے:

''کیف حالکم؟ کیف إیمانکم؟ کیف محبتکم لربکم تبارك وتعالی؟''

طلبہ کو حدیث پڑھنے کی ترغیب دیتے ہوئے فرماتے کہ اس قیمتی زمانے سے بھرپور فائدہ اٹھاؤ، کیونکہ زندگی میں یہ موقع دوبارہ میسر نہیں آئے گا۔

کبھی ان کے لیے دعا فرماتے: ''زادکم الله إیماناً وعلماً ودعوۃً وطاعۃً لله ورسوله۔''

اللہ تعالیٰ نے انہیں احادیثِ نبویہ کے معانی و مضامین سے دقیق نتائج و لطیف نکات اخذ کرنے اور پیچیدہ و مشکل علمی مباحث کو نہایت موزوں، مؤثر اور بلیغ مثالوں کے ذریعے سہل الفہم بنا دینے کا غیر معمولی ملکۂ تدریس عطا فرمایا تھا۔ ایامِ عافیت میں ان کا درس جس علمی گیرائی، استدلالی قوت اور حسنِ تفہیم کا مظہر ہوا کرتا تھا، وہ اپنی مثال آپ تھا؛ تاہم علالت و ضعف کے دور میں بھی جب طبیعت کسی قدر مائل بہ افاقہ ہوتی،

تو ان کی مختصر سی گفتگو سے ایسے علمی جواہر اور حکمت آفریں نکات جلوہ گر ہوتے کہ سامعین کو ان کے سابقہ علمی وتدریسی کمالات کی پوری جھلک دکھائی دیتی اور ان کی غیر معمولی علمی رفعت کا بخوبی اندازہ ہو جاتا تھا۔

حدیثِ رسول ﷺ کی قراءت کے وقت ادب اور عبارت کی صحت کا خصوصی اہتمام فرماتے۔ رسول اللہ ﷺ پر درودِ پاک یا کسی صحابی رضی اللہ عنہ کے نام کے ساتھ دعائیہ کلمات جلدی میں ادا کرنے کو پسند نہ فرماتے، بلکہ اطمینان، وقار اور صحیح ادائیگی کے ساتھ دوبارہ پڑھواتے۔ عبارت میں لغزش ہوتی تو متوجہ فرماتے اور ترجمے میں کوئی کمی رہ جاتی تو مکمل اور بامحاورہ مفہوم سمجھاتے۔

جو طالب علم عمدگی سے پڑھتا، اسے ''ما شاء اللہ'' کہہ کر حوصلہ افزائی فرماتے اور دعاؤں سے نوازتے۔ بیرونِ ملک سے آنے والے طلبہ سے ان کا نام، شہر اور ملک دریافت فرماتے اور ان کے لیے خصوصی دعا کرتے۔ ایسے مواقع پر کئی مرتبہ ان کی آنکھیں اشک بار ہو جاتیں اور آواز جذبات کی شدت سے بھر جاتی۔

علمی آثار اور ترجمۂ حیاۃ الصحابہ

حضرت مولانا رحمہ اللہ نے اگرچہ کوئی باقاعدہ مستقل تصنیف اپنی زندگی میں یادگار کے طور پر نہیں چھوڑی، تاہم ان کے دروس اور علمی افادات شاگردوں کی مساعی سے تحریری صورت میں محفوظ ہو گئے۔ مشکوٰۃ شریف اور ابوداؤد شریف کی تقاریر اسی علمی ورثے کی اہم یادگاریں ہیں۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی صاحب رحمہ اللہ کی تقریرِ بخاری کو جمع کرنے والے تین نمایاں شاگردوں میں بھی حضرت مولانا احسان الحق صاحب رحمہ اللہ کا شمار ہوتا تھا۔

حضرت مولانا عمر پالن پوری صاحب رحمہ اللہ ایک طویل عرصے تک انہیں ''حیاۃ الصحابہ'' کا اردو ترجمہ کرنے کی ترغیب دیتے رہے، لیکن حضرت اپنی طبیعت کے انکسار اور تواضع کے باعث اس عظیم ذمہ داری کو قبول کرنے سے گریزاں رہے۔

بالآخر 1990ء میں رائے ونڈ اجتماع سے واپسی کے موقع پر حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب رحمہ اللہ نے لاہور ایئرپورٹ پر حاجی عبدالوہاب صاحب رحمہ اللہ سے فرمایا کہ احسان سے ''حیاۃ الصحابہ'' کا ترجمہ کروایا جائے۔ حاجی عبدالوہاب صاحب رحمہ اللہ نے حضرت مولانا سے فرمایا کہ اب حضرت جی مولانا انعام الحسن صاحب کے واضح حکم کے بعد معذرت کی گنجائش باقی نہیں رہی۔ چنانچہ حضرت نے اس ذمہ

داری کو قبول فرمایا اور ''حیاۃ الصحابہ'' کو اردو زبان کے قالب میں منتقل کیا۔

اس ترجمے نے اس عظیم کتاب کو اہلِ علم کے محدود دائرے سے نکال کر عام اردو خواں طبقے تک پہنچانے میں اہم کردار ادا کیا۔ زبان سہل، رواں اور عام فہم تھی، تاہم لفظی رعایت کے ساتھ اصل عبارت کا مدعا اور مفہوم بھی پوری طرح منتقل کیا گیا تھا۔

طبیعت، سادگی اور فکری آگہی

حضرت مولانا رحمہ اللہ نہایت سنجیدہ، متین اور متوازن طبیعت کے مالک تھے۔ موقع ومحل کی مناسبت سے خوش طبعی بھی فرماتے اور ان کی حاضر جوابی مجلس کی فضا میں شگفتگی پیدا کر دیتی تھی۔ کسی معاملے کو مختلف جہتوں اور پہلوؤں سے دیکھنے، اس کے دقائق تک پہنچنے اور پھر نہایت واضح، مربوط اور مدلل انداز میں اسے بیان کرنے کی غیر معمولی صلاحیت رکھتے تھے۔

سادگی ان کے رہن سہن کا نمایاں وصف تھی، مگر اس سادگی کو دنیا کے حالات سے بے خبری یا زمانے کے نشیب وفراز سے بے اعتنائی پر محمول کرنا درست نہ تھا۔ وہ بین الاقوامی حالات، بڑی طاقتوں کی حکمتِ عملی، اقوام وملل کے طرزِ عمل، دشمنوں کے طریقۂ کار اور قوموں کے عروج وزوال کے اسباب پر گہری نظر رکھتے تھے۔ جب قوموں کی تاریخ، ان کے عروج وزوال اور بننے بگڑنے کے اسباب پر گفتگو فرماتے تو ان کی وسعتِ مطالعہ، گہری بصیرت اور دور اندیشی نمایاں ہو جاتی۔ ان کے ظاہر کی سادگی کے پسِ پردہ فکر کی ایک وسیع دنیا آباد تھی۔

دعوتی ذمہ داریاں اور مستورات کا کام

بڑھتی ہوئی عمر، مسلسل علالت اور جسمانی ضعف کے باوجود حضرت نے مرکز کی متعدد ذمہ داریاں اپنے پاس برقرار رکھی ہوئی تھیں۔ مستورات کے دینی کام کی نگرانی بھی فرماتے۔ گھر کی خواتین کو جمع کر کے ان سے مختلف علاقوں کی کارگزاری سنتے، کام کی صورتِ حال کا جائزہ لیتے اور آئندہ کے لیے مناسب رہنمائی فرماتے۔ حضرت کی اہلیہ محترمہ بھی آخری وقت تک مستورات کے دینی کام کی نگرانی کرتی رہیں۔ اپریل میں ان کا انتقال ہو گیا تھا۔ اس جانکاہ صدمے کے باوجود حضرت نے اپنی دینی ذمہ داریوں اور امت کی فکر کا سلسلہ منقطع نہ ہونے دیا۔

صرف انیس سال کی عمر میں حضرت کو مصر جانے والی جماعت کا امیر بنایا گیا۔ 1968ء میں فلسطین، شام اور سعودی عرب کے سفر کے لیے تشکیل دی جانے والی جماعت میں بھی شریک ہوئے۔

فلسطین میں قیام کے دوران ایک مرتبہ مسجدِ اقصیٰ میں ظہر یا عصر کی نماز کا وقت آیا اور امام موجود نہ تھے۔ وہاں کے لوگوں نے حضرت مولانا سے نماز پڑھانے کی درخواست کی۔ اس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں مسجدِ اقصیٰ کے اس مبارک مقام پر امامت کا شرف عطا فرمایا جہاں امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے انبیائے کرام علیہم السلام کی امامت فرمائی تھی۔

وفات

علم، دعوت، تدریس، اصلاح اور خدمتِ دین میں بسر ہونے والی یہ بابرکت زندگی بالآخر 2 ستمبر 2026ء، مطابق 19 ربیع الاول 1448ھ، بعد از مغرب اپنے اختتام کو پہنچی۔

آپؒ کے وصال سے ان کے اہلِ خانہ، تلامذہ، متعلقین اور دعوت و تبلیغ سے وابستہ بے شمار افراد ایک مشفق بزرگ، صاحبِ بصیرت عالم، مخلص داعی اور خیر خواہ مربی کی شفقتوں سے محروم ہو گئے۔ حضرت آج ہمارے درمیان موجود نہیں، لیکن اہلِ علم کے سینوں میں محفوظ ان کے افادات، ان کے پڑھائے ہوئے تلامذہ، قلم بند کیے گئے دروس، ''حیاۃ الصحابہؓ'' کا اردو ترجمہ، دعوتی جدوجہد اور ان سے وابستہ لوگوں کی زندگیوں میں پیدا ہونے والی دینی تبدیلیاں ان کی خدمات کی یاد کو زندہ رکھیں گی۔

شخصیات فنا ہو جاتی ہیں، مگر ان کے چھوڑے ہوئے نقوش باقی رہتے ہیں؛ اہلِ علم رخصت ہو جاتے ہیں، مگر ان کا علم شاگردوں کے سینوں میں منتقل ہوتا رہتا ہے؛ داعیانِ حق دنیا سے پردہ فرما جاتے ہیں، مگر ان کی دعوت ان لوگوں کے کردار و اعمال میں زندہ رہتی ہے جنہوں نے ان سے کچھ پایا ہو۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب رحمہ اللہ کی کامل مغفرت فرمائے، ان کی علمی، اصلاحی اور دعوتی مساعی کو صدقۂ جاریہ بنائے، ان کے درجات بلند فرمائے، ان کی قبر کو نور سے منور فرمائے اور انہیں جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام عطا فرمائے۔ آمین یا رب العالمین۔

***

ایک عہد دعوت وتبلیغ علم وتقوی رخصت ہوگیا

مولانا ابوبکر ریحان جامعہ اصحاب صفہ سیالکوٹ

دنیا کی تاریخ میں بعض شخصیات ایسی ہوتی ہیں جن کا وجود اپنے زمانے کے لیے اللہ تعالی کی ایک عظیم نعمت ہوتا ہے۔ان کی زندگی علم عمل تقوی اور اخلاص سے بھرپور ہوتی ہے۔وہ خود دنیا سے رخصت ہوجاتے ہیں،مگر ان کی زندگیاں، ان کی تعلیمات، ان کی دعائیں، ان کی نصیحتیں اور ان کے تربیت یافتہ افراد مدتوں تک ان کی یاد کو زندہ رکھتے ہیں۔

آج شیخ الحدیث حضرت مولانا احسان الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات پر دل بہت غمگین ہے،حضرت رحمہ اللہ تعالی ان نفوس قدسیہ میں سے تھے جنہوں نے اپنی زندگی علم، دعوت وتبلیغ تزکیہ اور تربیت انسانیت کے لیے وقف کر دی تھی۔حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی زندگی میں ہمارے لیے بالخصوص ان لوگوں کے لیے بھی ایک بڑا سبق اور عبرت ہے جو معمولی تکالیف اور بیماریوں کو دین کی خدمت، دعوت وتبلیغ اور تعلیم سے پیچھے ہٹنے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ ہمارے حضرات اعلیٰ پیمانے پر بیمار ہونے کے باوجود اعلیٰ پیمانے پر دین کی محنت اور دعوت وتبلیغ اور تعلیم میں لگے ہوئے میں حضرت مولانا احسان الحق صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی ان شخصیات میں تھے جو بڑی بڑی ظاہری بیماریوں کے باوجود علم، دعوت وتبلیغ، اور تزکیہ کی محنت میں اعلیٰ پیمانے میں لگے رہے۔

عملی طور پر حضرت کی خدمت میں رہ کر یہ دیکھنے کو ملا کہ وہ جسمانی طور پر علالت اور بیماری کی وجہ سے ظاہری طور پر جتنے مضطر مضطرب نظر آتے تھے اس سے بہت ہی زیادہ باطنی طور پر اس بیماری پر صبر، اور شکوہ شکایت سے بہت دور اور سکون قلب کے ساتھ دکھائی دیتے تھے حضرت نے اپنی ظاہری بیماری اور جسمانی کمزوری کے باوجود ہمت، استقامت اور عزم کے ساتھ دین کی خدمت کا سلسلہ جاری رکھا۔ بیماری جسم کو

کمزور کرسکتی ہے مگر جس دل میں دین کی محبت اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا جذبہ زندہ ہو، اسے آسانی سے مایوس اور بے عمل نہیں کرسکتی۔

علم کے ساتھ خشیت:

علم کی اصل خوبصورتی اس وقت ظاہر ہوتی ہے جب وہ انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی عظمت اور خشیت پیدا کرے۔ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت میں علم کے ساتھ تقویٰ، خشیت، احتیاط اور آخرت کی فکر نمایاں تھی۔ دین کے احکام کو جاننا ایک چیز ہے اور ان احکام کے مطابق زندگی گزارنا دوسری چیز اللہ تعالیٰ کے مقبول بندوں کی زندگی میں علم اور عمل کا یہی حسین امتزاج نظر آتا ہے۔ ان کی زندگی سے ہمیں یہ سبق بھی ملتا ہے کہ علم انسان کو بڑا بنانے کے لیے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے جھکانے کے لیے حاصل کیا جاتا ہے۔

قرآن سے گہرا تعلق اور عربی دانی کی حیرت انگیز مثال:

رمضان المبارک 2015ء میں اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت عطا فرمائی کہ الحمد للہ پورا رمضان المبارک بھی حضرت شیخ الحدیث مولانا احسان الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ گزارنے کا موقع ملا۔

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ رمضان المبارک میں نمازوں اور بالخصوص تراویح کا بہت اہتمام فرماتے تھے۔ نماز کے ساتھ حضرت کی وابستگی اور قرآن کریم کے ساتھ ان کا تعلق قابل رشک تھا۔

ان دنوں حضرت کے پوتے اصیرم قرآن کریم سنایا کرتے تھے۔ دوران تراویح اگر کسی مقام پر اصیرم سے قراءت میں کوئی غلطی ہوجاتی تو حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ فوراً متوجہ ہوجاتے اور بروقت لقمہ دے کر اس کی اصلاح فرماتے۔ ہمیں اس بات پر بڑا تعجب ہوتا تھا کہ حضرت حافظ قرآن نہیں تھے لیکن قرآن کریم کی تلاوت میں ہونے والی معمولی سی غلطی بھی حضرت کی نظر سے نہ گزرتی تھی کہ غلطی ہوتے ہی حضرت فوراً اس کی نشاندہی فرماتے اور لقمہ دے دیتے۔

آخر کار ہم سے رہا نہ گیا اور ہم نے حضرت سے عرض کیا:

حضرت! آپ حافظ قرآن نہیں ہیں، پھر تراویح میں قراءت کی غلطی اتنی جلدی کیسے محسوس فرما لیتے ہیں؟ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہایت سادگی سے جواب دیا کہ: اکثر عربی کی مہارت اور اعراب کی پہچان کی وجہ سے مجھے معلوم ہوجاتا ہے۔ حضرت کا یہ جواب بظاہر مختصر تھا لیکن اس کے اندر ان کی کثرت تلاوت،

عربی زبان پر غیر معمولی گرفت، قرآن کریم کے اسلوب وترکیب سے گہری واقفیت اور علمی بصیرت کی ایک جھلک موجود تھی۔

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کا قرآن کریم سے تعلق صرف تلاوت تک محدود نہیں تھا، بلکہ عربی زبان، الفاظ، اعراب جملوں کی ساخت اور ترجمہ پر ایسی گہری نظر تھی کہ دوران تراویح حافظ قرآن کی قراءت میں ہونے والی لغزش بھی فوراً محسوس فرما لیتے تھے۔ راتوں کی تنہائی میں امت کا درد اور دعاؤں کی تڑپ حضرت شیخ الحدیث مولانا احسان الحق صاحب رحمہ اللہ تعالی کی زندگی کا ایک ایسا پہلو بھی تھا جسے قریب رہنے والوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا اور محسوس کیا وہ تھا امت مسلمہ کا درد اور اس کے لیے بے قراری۔

رات کے اوقات میں جب کبھی بیماری یا امت کے غم اور فکر کی وجہ سے حضرت کو نیند نہ آتی تو ہم کبھی ان کے پاؤں دباتے کبھی ان کا ہاتھ تھام کر سہلاتے اور گھنٹوں ان کی خدمت میں بیٹھے رہتے۔ محض ایک بیمار بزرگ کی تیمار داری نہیں تھی، بلکہ ان لمحات میں ہمیں ایک ایسے دل کی کیفیت دیکھنے کو ملتی تھی جو امت کے درد میں بے چین تھا۔

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ ان راتوں میں انتہائی اضطراب اور رقت کے ساتھ امت کے لیے گھنٹوں دعائیں مانگتے کبھی آہ وزاری کرتے آنکھوں سے آنسو جاری ہو جاتے، اور کبھی امت کے مختلف طبقات اور افراد کو اپنی دعاؤں میں یاد فرماتے۔ خصوصاً رائے ونڈ تبلیغی مرکز سے وابستہ پرانے، نئے احباب، اللہ کے راستے میں چلنے والی تمام اندرون وبیرون ملک جماعتیں، اور پاکستان ودنیا بھر کے تمام تبلیغی مراکز اور قدماء وقدیمات، اور مختلف شعبہ جات اور وہاں کے ایک ایک مقیم، مدرسہ عربیہ رائیونڈ کے اساتذہ کرام اور طلباء عظام اور تمام شاخوں کو یاد کر کے ان کے لیے قبولیت، ہدایت، استقامت اور دین کی محنت میں ترقی کی دعائیں فرماتے۔ امت کے لیے گڑگڑا کر دعائیں فرماتے حضرت کی دعاؤں سے اندازہ ہوتا تھا کہ ان کے دل میں مخلص احباب دعوت وتبلیغ علماء ربان وتبلیغ علماء ربانیین پیدا کرنے کا اور امت کی اصلاح کا درد کس قدر گہرا تھا۔ اور اس سارے سلسلے کے آخر میں جب حضرت اپنے تمام خادموں اور اپنے متعلقین کو بھی اپنی دعاؤں میں یاد فرماتے اور ہاتھ پکڑ کر دیر تک بندہ ناچیز کے لئے بھی دعائیں فرماتے تو دل عجیب خوشی اور اطمینان سے بھر جاتا کبھی محسوس ہوتا کہ ہم نے حضرت کی خدمت میں جو چند لمحے گزارے ہیں، اللہ تعالیٰ نے اس کے بدلے ہمیں ایک ایسی دولت عطا کر دی ہے جس کی کوئی قیمت نہیں۔

دن میں تعلیم وتعلم اور دعوت وتبلیغ، اور رات کی تنہائی میں امت کے لیے آنسو، آہ وزاری اور دعائیں، یہی وہ چیزیں ہیں جو کسی اللہ والے کی زندگی کو عام زندگی سے ممتاز کرتی ہیں۔

اسی لئے حضرت رحمہ اللہ تعالی فرمایا کرتے تھے کہ جو استاد رات کو طالبعلم کے لیے تہجد میں اٹھ کر دعا نہ مانگ سکتا ہو اسے دن میں طالبعلم کو تادیبا سزا بھی نہیں دینا چاہیے۔ حضرت کی وفات کے بعد جب ان راتوں کی یاد آتی ہے تو دل گواہی دیتا ہے کہ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کے سینے میں واقعی امت کا درد رکھنے والا دل تھا۔ وہ خود آرام نہ کر پاتے تھے مگر ان کی بے خوابی بھی امت کے لیے دعا اور خیر خواہی میں گزرتی تھی۔

سادگی اور تواضع:

بعض شخصیات کا بڑا پن ان کے ظاہری مقام ومرتبے سے نہیں بلکہ ان کی عاجزی اور انکساری سے ظاہر ہوتا ہے۔ حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی زندگی میں سادگی، تواضع اور بے تکلفی جیسے اوصاف نمایاں تھے علمی مقام جتنا بلند ہو، اگر انسان کے اندر عاجزی باقی رہے تو یہی اس کے اخلاص کی علامت بن جاتی ہے۔

ایسے بزرگ لوگوں کے دلوں پر اس لیے اثر کرتے ہیں کہ وہ لوگوں سے اپنے لیے عظمت کا مطالبہ نہیں کرتے، بلکہ ان کی زندگی خود لوگوں کے دلوں میں عظمت پیدا کر دیتی ہے۔

مختلف شعبوں کے مسائل پر گہری بصیرت:

انتہائی سادگی کے باوجود حضرت شیخ الحدیث مولانا احسان الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی شخصیت کا ایک نمایاں پہلو یہ بھی تھا کہ آپ سے جب مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والے افراد ملاقات کرتے یا رائیونڈ کے مختلف شعبہ شعبہ جات والوں میں مذاکرہ فرماتے تو حضرت ان سے صرف رسمی گفتگو نہیں فرماتے تھے بلکہ ان کے شعبے، کام اور ذمہ داریوں کے اعتبار سے خصوصی اصلاحی باتیں اور نہایت قیمتی ہدایات ارشاد فرماتے۔ تعجب کی بات یہ ہوتی کہ حضرت نے اپنی زندگی کا بڑا حصہ مدرسے اور تبلیغی مرکز کے ماحول میں گزارا تھا، اس کے باوجود مختلف شعبوں کے معاملات، ان کی مشکلات، ان کے تقاضوں اور ان میں پیش آنے والی باریکیوں پر ایسی گہری نظر رکھتے تھے کہ متعلقہ شعبے سے وابستہ افراد خود حیران رہ جاتے۔

بسا اوقات کسی شعبے کا آدمی حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتا، حضرت اس سے اس کے کام کے متعلق ایسی باریک اور بنیادی بات دریافت فرماتے یا ایسی اصلاحی توجہ دلاتے کہ وہ شخص حیران ہو کر سوچنے لگتا کہ:

حضرت تو رائیونڈ مرکز میں مدرسے اور تبلیغی ماحول میں رہتے ہیں، پھر ہمارے شعبے کے متعلق اتنی باریکیاں کیسے جانتے ہیں؟"

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی اصلاح کا انداز بھی نہایت حکیمانہ تھا۔ ہر شخص کو اس کی ضرورت، مزاج اور ذمہ داری کے مطابق بات سمجھاتے کسی کو عمومی نصیحت کے بجائے اس کے اپنے میدان عمل کے حوالے سے ایسی رہنمائی فرماتے کہ وہ بات براہ راست دل میں اتر جاتی اور آدمی اپنے عمل کا جائزہ لینے پر مجبور ہو جاتا۔

یہی ایک حقیقی مربی اور مصلح کی شان ہوتی ہے کہ وہ صرف ایک شعبے کا آدمی نہیں ہوتا، بلکہ لوگوں کے حالات، ان کے مسائل اور ان کی اصلاح کی ضرورت کو سمجھنے والی وسیع نگاہ رکھتا ہے۔

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ بصیرت بھی ان کی زندگی کا ایک روشن پہلو تھی، جس سے مختلف طبقات اور مختلف شعبوں سے وابستہ لوگ فیض یاب ہوتے رہے۔

حضرت کی علمی صلاحیت اور اکابر سے والہانہ تعلق:

چونکہ حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ نے حضرت مولانا یوسف صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیانات اپنے دست مبارک سے تحریر فرمائے تھے، جنہیں حاجی عبدالوہاب صاحب نور اللہ مرقدہ اپنے بیانات میں اکثر پڑھ کر بھی سنایا کرتے تھے۔ تو ایک مرتبہ استاد محترم حضرت مولانا احسان الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں عرض کیا ہم بھی کبھی کبھی آپ کے بیانات تحریر کرنے کی کوشش کرتے ہیں لیکن آپ کی گفتگو کے تمام الفاظ اور جملہ مکمل طور پر قلم بند کرنا ہمارے لیے ممکن نہیں ہو پاتا۔ چنانچہ ہم نے عرض کیا: حضرت! آپ حضرت مولانا یوسف صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کے بیانات کے ایک ایک لفظ کو کس طرح تحریر فرما لیتے تھے؟ اس پر حضرت مولانا احسان الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے نہایت سادگی سے اپنے دل کی کیفیت بیان فرمائی جو آپ کی غیر معمولی علمی استعداد کی خوب وضاحت کرتا ہے۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے اس زمانے میں مجھے ایسی صلاحیت عطا فرمائی تھی کہ دوران سبق میں اپنے استاد کی تقریر اردو میں سنتا اور اسی وقت اسے ذہن میں عربی میں منتقل کر کے تحریر کر لیا کرتا تھا۔

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی یہ بات ان کے تواضع و انکسار کی بھی عکاسی کرتی ہے کہ ایسی غیر معمولی صلاحیت کا ذکر بھی اپنی قابلیت کے دعوے کے طور پر نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی عطا کے طور پر فرمایا: اللہ تعالیٰ نے مجھے یہ صلاحیت عطا فرمائی تھی۔ یقیناً یہی اہل علم کی شان ہے کہ وہ کمال کو اپنی طرف منسوب نہیں کرتے بلکہ

ہر نعمت کو اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھتے ہیں۔

اتباع سنت کی تلقین اور قول وعمل کی یکسانیت:

جب عرب حضرات حضرت مولانا شیخ الحدیث احسان الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی خدمت میں ملاقات کے لیے حاضر ہوتے تو حضرت ان سے بھی مختلف اصلاحی اور تربیتی باتیں فرمایا کرتے تھے۔ حضرت کی گفتگو مختصر مگر نہایت جامع اور اثر انگیز ہوتی تھی، اور ان نصیحتوں میں ایک جملہ ایسا تھا جسے حضرت اکثر بطور خاص بیان فرمایا کرتے:

كُونُوا مُتَّبِعِينَ وَلَا تَكُونُوا مُبْتَدِعِينَ یعنی اتباع کرنے والے بنو، بدعت اختیار کرنے والے نہ بنو۔

حضرت کی یہ نصیحت عرب حضرات پر خصوصی اثر ڈالتی تھی۔ اس کی ایک بڑی وجہ یہ تھی کہ حضرت صرف زبان سے اتباع سنت کی دعوت نہیں دیتے تھے، بلکہ آپ کی اپنی پوری زندگی اتباع سنت کی عملی تصویر تھی۔ آپ جو بات دوسروں سے فرماتے، اس کا عکس آپ کی اپنی زندگی میں بھی نمایاں نظر آتا تھا۔ اسی لئے عرب حضرات آپ سے بہت متاثر ہوتے تھے۔

انہیں اس ایک جملہ سے بہترین سبق مل جاتا تھا کہ سنت کو صرف بیان نہ کرو، بلکہ اسے اپنی زندگی میں اختیار کرو؛ کیونکہ اصل تاثیر اسی دعوت میں پیدا ہوتی ہے جو داعی کے اپنے عمل سے ثابت ہو۔

عربوں کو خاص طور پر یہ نصیحت کرنے کا مقصد شاید یہ بھی ہوتا تھا کہ عربی ہو کر عجمیوں کے پاس تبلیغ کی محنت کو سیکھنے کے لیے جب تشریف لے آئے ہیں تو پھر اکابرین کی اتباع کرو اور بڑوں کی مان کر چلو اسی کے اندر ساری خیر میں مضمر ہیں۔

آپس کے جوڑ کی فکر و دعوت:

اور ایک موقع پر علمائے کرام کو فرمایا لا نتكلم كلاما اختلافيا ولا نتكلم كلاما سياسيا یعنی ہم نہ کوئی اختلافی بات کریں گے اور نہ سیاسی گفتگو کریں گے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے: ہم کسی کے حلیف بنیں گے اور نہ کسی کے خلیف بنیں گے۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ تعالیٰ دعوت وتبلیغ کی مبارک محنت سے امت پنا اور مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ جوڑ نا سکھاتے تھے۔ اسی لیے آپ علماء کرام کو باہمی اختلافات اور سیاسی نزاعات سے دور رہنے، دلوں کو

جوڑنے اور امت میں اتفاق ومحبت پیدا کرنے کی تلقین فرماتے تھے۔

اسی طرح حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ جب رائیونڈ مرکز میں آپس کے جوڑ کے عنوان پر مذاکرہ فرماتے تو ایسی نایاب حکمت بھری اور دلوں کو چھو لینے والی باتیں ارشاد فرماتے کہ سننے والوں کے دلوں میں وہ باتیں گھر کر جاتی۔ آپ رحمہ اللہ تعالی کی گفتگو میں امت کو جوڑنے کی فکر، علمائے کرام کا ادب اور باہمی محبت کی دعوت نمایاں ہوتی تھی۔

اخلاق وحسن معاشرت:

علماء ومشائخ کی اصل میراث صرف کتابیں نہیں بلکہ ان کے اخلاق بھی ہوتے ہیں۔

حضرت رحمہ اللہ تعالی ہمیشہ نرم گفتگو شفقت، برداشت عفو ودرگزر، چھوٹوں پر شفقت، بڑوں کا احترام اور ہر شخص کے ساتھ خیر خواہی کی تلقین فرماتے تھے۔ اور خود بھی ان اوصاف کا عملی نمونہ تھے۔ اور فرماتے تھے کہ کعبہ کو گرا دینا اتنا سخت گناہ نہیں ہے جتنا ایک مسلمان کی آبروریزی کرنا گناہ ہے۔

شاگردوں سے محبت اور ایک یادگار نجی مجلس:

حضرت شیخ الحدیث مولانا احسان الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی طبیعت کچھ اداس ہوتی یا کسی وجہ سے دل پر بوجھ محسوس فرماتے تو اپنے نہایت محبوب اور مخلص شاگرد حضرت مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم العالیہ کو یاد فرما لیتے۔

ایک مرتبہ حضرت نے مجھے ارشاد فرمایا کہ ابوبکر، (مولانا) طارق جمیل کو بلا لاؤ" میں حضرت کے حکم کی تعمیل میں مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جو رائیونڈ میں ہی موجود تھے۔ اس وقت حضرت مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں بہت لوگ تشریف فرما تھے تھا اور مولانا طارق جمیل صاحب لوگوں سے بات چیت میں مشغول تھے لیکن جیسے ہی انہیں معلوم ہوا کہ حضرت مولانا احسان الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ نے یاد فرمایا ہے، تو وہ اپنی تمام مصروفیات چھوڑ کر فوراً میرے ساتھ چل پڑے۔ یہ بات بھی میرے لیے ایک سبق تھی کہ ایک طرف حضرت استاد کی اپنے شاگرد سے محبت تھی اور دوسری طرف شاگرد کا اپنے استاد کے ساتھ ادب محبت کا یہ تقاضا تھا کہ فوراً چل پڑے۔

مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم العالیہ جب حضرت کے کمرے میں حاضر ہوئے تو پھر استاد

اور شاگرد کے درمیان زمانہ طالب علمی کی یادیں، پرانے واقعات اور ماضی کی باتیں شروع ہوگئیں۔ مولانا طارق جمیل صاحب اپنے طالب علمی کے زمانے کی مختلف باتیں یاد دلاتے، حضرت کے ساتھ گزرے ہوئے واقعات بیان کرتے اور اپنی مخصوص خوش مزاجی سے حضرت کو ہنساتے رہے۔ ہم نے اپنی زندگی میں حضرت مولانا احسان الحق صاحب رحمہ اللہ تعالی کو بہت سے مواقع پر دیکھا لیکن جس طرح اس نجی مجلس میں حضرت کھل کر مسکرائے اور ہنسے، شاید ہی کسی اور مجلس میں اس انداز سے دیکھا ہو۔

مولانا طارق جمیل صاحب کی گفتگو، پرانی یادیں اور شاگردی کے زمانے کے واقعات وشعروشاعری حضرت کے لیے گویا ماضی کی حسین یادوں کا ایک دریچہ کھول دیتی۔ حضرت کی طبیعت پر جو اداسی تھی، وہ رفتہ رفتہ خوشی میں بدل گئی اور مجلس میں ایک عجیب اپنائیت اور محبت کی وہ کیفیت پیدا ہوگئی۔

رائیونڈ مرکز کے دو ہیرے:

استاد محترم مولانا احسان الحق صاحب رحمہ اللہ نے فرمایا کہ ہمارے رائیونڈ مرکز کے دو ہیرے میں ایک (مولانا) طارق جمیل اور دوسرا مولانا عباداللہ

طلبہ کی تربیت:

ایک شیخ الحدیث کی سب سے بڑی خدمات میں سے ایک یہ بھی ہوتی ہے کہ وہ صرف کتاب نہیں پڑھاتا بلکہ انسان بناتا ہے۔ کتاب کے اسباق ایک وقت ختم ہوجاتے ہیں لیکن استاد کی تربیت کا اثر پوری زندگی باقی رہتا ہے۔ حضرت رحمہ اللہ تعالی محض ایک استاد ہی نہیں بلکہ ایک مربی اور رہنما بھی تھے۔ کبھی سبق شروع کرنے سے پہلے ہم سے کہتے:

إني أحبكم في الله اور ہم اس کا جواب اس طرح دیتے: أَحَبَّكَ الَّذِي أَحْبَبْتَنِي لَهُ

یعنی: جس ذات کی خاطر آپ نے مجھ سے محبت کی، وہ ذات آپ سے بھی محبت فرمائے۔

کبھی طلباء کرام میں ایمان کی فکر اور ایمانی ترقی کی طرف توجہ دلانے کے لیے ایمانی کیفیت اور اللہ تعالی سے تعلق کے بارے میں بھی دریافت فرماتے اور کہتے:

کیف حالکم؟ کیف إیمانکم؟ کیف محبتکم لربکم تبارك وتعالی؟

ہمارے ایک ساتھی مولوی علی حسنین سمبڑیال والے نے حدیث کی عبارت پڑھی تو بڑی خوبصورت

انداز کے ساتھ عبارت پڑھی تو اس پر حضرت نے فرمایا کہ اچھی آواز بھی اللہ تعالیٰ کی بڑی نعمت ہے اگر اس کو صحیح استعمال کیا جائے۔آج حضرت کے شاگرد جہاں جہاں دین کی خدمت انجام دے رہے ہیں، وہاں حضرت کی محنتوں اور تربیت کی جھلک بھی نظر آتی رہے گی۔

دعوت واصلاح کا جذبہ:

علم اگر دلوں کی اصلاح نہ کرے تو وہ اپنی حقیقی برکت سے محروم رہ جاتا ہے۔

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ میں دعوت وتبلیغ، اپنے اعمال کی اصلاح اور امت کی خیر خواہی کا جذبہ نمایاں تھا۔لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنا سنت رسول کی محبت پیدا کرنا نیکی کی ترغیب دینا اور برائی سے بچانے کی کوشش کرنا حضرت کا روزانہ کا معمول تھا۔

آپ رحمہ اللہ کو الحزب الاعظم سے خصوصی تعلق تھا۔آپ خود بھی الحزب الاعظم کا اہتمام فرماتے اور متعلقین کو خاص طور پر علمائے کرام کو بھی اس کی اجازت عطا فرماتے تھے۔

الحمدللہ ہمیں بھی اجازت مرحمت فرمائی، ساتھ ہی اس کے پڑھنے کا ایک خاص طریقہ بھی ارشاد فرماتے کہ: یہ کتاب پڑھنے کی نہیں، بلکہ مانگنے کی ہے"

حضرت رحمہ اللہ اس جملے کے ذریعے یہ حقیقت سمجھاتے تھے کہ الحزب الاعظم محض الفاظ کی تلاوت کا نام نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی محتاجی اور طلب کے ساتھ دعا کرنے کا ذریعہ ہے۔آپ کی نصیحت الحزب الاعظم کی روح اور دعا کے اصل مقصد کی بہترین ترجمانی تھی۔

2015ء میں حضرت کی کتاب الحزب الاعظم جو 2000ء سے چل رہی تھی چونکہ اس کے الفاظ باریک تھے مجھ سے فرمایا کہ موٹے الفاظ والی الحزب الاعظم تلاش کر کے لاؤ۔بازار سے موٹے الفاظ والی کتاب لایا اور سلائی پکی کر کے حضرت کی خدمت میں پیش کی اور ساتھ ہی عرض کیا کہ آپ کی پرانی کتاب میں رکھ لوں! حضرت نے خوشی سے عطاء فرمادی الحمدللہ حضرت کی وہ پرانی کتاب آج بھی میرے پاس محفوظ ہے۔

اس کی ایک خاص بات ذکر کرنا مقصود ہے کہ اس کتاب کے پہلے صفحہ پر (دعا کا اشارہ کہ کس مقصد کے لیے ہے اور کس صفحہ پر ہے) ایک فہرست درج ہے جو حضرت کے پاس متعلقین حاضر ہوتے تھے اور اپنے مسائل ذکر کرتے تھے حضرت اسی سے ان کو مسنون دعا بتا کر پڑھنے کی تلقین فرماتے تھے۔اپنے

متعلقین کو خاص طور پر مسنون دعاؤں میں لگاتے تھے۔اور اس کتاب میں عربی متن اور ترجمہ کی کتابت کی غلطیوں کی نشاندہی بھی موجود ہے جو حضرت کے مطالعہ کی گہرائی کی نشاندہی کرتی ہے۔

ایسے لوگ اپنے لیے نہیں جیتے، ان کی فکر اپنی ذات سے آگے بڑھ کر امت تک پہنچ جاتی ہے۔

وفات: ایک نا قابل تلافی خلا:

موت برحق ہے۔ ہر نفس کو موت کا ذائقہ چکھنا ہے لیکن بعض لوگوں کی جدائی کا غم اس لیے زیادہ محسوس ہوتا ہے کہ ان کے جانے سے ایک ایسا خلا پیدا ہوجاتا ہے جسے آسانی سے پر نہیں کیا جاسکتا۔

اللہ اکبر کبیرا! کیا ہی قابل رشک موت ہے۔

مدرسہ عربیہ رائے ونڈ کے مبتدی استاد، ہمارے استاد محترم، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد احسان الحق صاحب رحمہ اللہ تعالی رحمة واسعة، 2 ستمبر 2026ء بروز بدھ، جیسا کہ اصیرم کی زبانی معلوم ہوا مغرب کی نماز کے بعد حسب معمول بخاری شریف کا سبق پڑھانے کے لیے وضوء فرما رہے تھے کہ دوران وضوء ہی روح پرواز کرگئی اور اپنے خالق حقیقی سے جا ملے۔

وہی علم حدیث وہی درس نبوی ﷺ، وہی طلبہ اور وہی تعلیم کا سلسلہ۔۔مگر کسی کو کیا خبر تھی کہ حضرت زندگی کا آخری درس دینے کے لیے نہیں جاسکیں گے۔

سبحان اللہ!

جس جسم نے عمر بھر دین کی خدمت تعلیم، تدریس اور دعوت تبلیغ اور تزکیہ نفس کے لیے خود کو وقف کیے رکھا، اسی جسم کی آخری مصروفیت بھی وضوء اور درس بخاری شریف اور نماز کی تیاری تھی۔اللہ تعالیٰ نے حضرت کی زندگی کو بھی دین کی خدمت سے وابستہ رکھا اور ان کا خاتمہ بھی اسی دینی ماحول میں فرمایا۔

حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی وفات اہل علم، طلبہ متعلقین اور تمام محبین کے لیے یقیناً ایک بڑا صدمہ ہے لیکن اس غم کے ساتھ حضرت کی یہ قابل رشک کیفیت ہمارے لیے ایک عظیم سبق بھی ہے کہ انسان کی سب سے بڑی کامیابی یہ ہے کہ اس کا آخری وقت بھی اللہ تعالیٰ کی اطاعت، سنت ﷺ میں اور دین کے ماحول میں گزرے۔رحمه الله رحمةً واسعةً، ورفع درجاته في الجنان.

اے اللہ! حضرت رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس حاضری کو اپنی بارگاہ میں قبول فرما، ان کے علم وعمل تعلیم و تدریس اور دعوت وتبلیغ اور دین کیتمام خدمات کو ان کے لیے صدقہ جاریہ بنادے، اور ہمیں بھی ایمان، علم

عمل اور خدمت دین والی زندگی اور حسن خاتمہ نصیب فرما۔آمین یارب العالمین۔

اہلِ ایمان کا یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لیے کی گئی محنت کبھی ضائع نہیں ہوتی۔

ان کا علم، ان کی تعلیم، ان کے شاگرد، ان کی نصیحتیں اور دین کے لیے ان کی کوششیں ان شاء اللہ ان کے لیے باقی رہنے والی نیکیوں کا ذریعہ بنیں گی۔ اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ حضرت مولانا شیخ الحدیث احسان الحق صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی کامل مغفرت فرمادے۔ان کی تمام دینی علمی، دعوتی اور اصلاحی خدمات کو شرف قبول عطا فرمادے۔ان کے درجات بلند فرما، قبر کو نور سے بھر دے، اپنی رحمت کاملہ کے سائے میں جگہ عطا فرما اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرما دے۔ یا اللہ! حضرت کے پسماندگان، اہلِ خانہ، شاگردوں متعلقین اور تمام محبین کو صبر جمیل عطا فرمادے۔ یا اللہ امت مسلمہ کو ان کا نعم البدل عطا فرما اور ہمیں ان کی زندگی کے اچھے اوصاف اپنانے کی توفیق عطا فرمادے۔

آمین یارب العالمین۔حضرت کی ظاہری زندگی ختم ہوئی ہے لیکن علم و دین کے لیے ان کی محنت کا سفر ان شاء اللہ جاری رہے گا۔

***

زندگی ایک امانت ہے اسے اللہ کی رضا کے لیے جیو، صبر کو اپنا ساتھی بناؤ، شکر کو اپنی عادت بناؤ اور دعا کو اپنی طاقت بناؤ ہمیشہ یاد رکھو مشکلات عارضی ہیں لیکن اللہ پاک کی مدد ہمیشہ ساتھ ہے

رائیونڈ کا اک چراغ اور بجھ گیا

ڈاکٹر مولانا ریاض المنعم ڈسکہ، سیالکوٹ

کچھ لوگ دنیا سے رخصت ہوتے ہیں تو صرف ایک انسان ہم سے جدا نہیں ہوتا، بلکہ ایک پورا عہد ،ایک علمی روایت اور ایک تربیتی ماحول خاموش ہو جاتا ہے اور کچھ گھرانے ایسے ہوتے ہیں جو صرف اپنے لیے نہیں جیتے ان کے گھر کا ہر فرد دین، علم، دعوت اور امت کی خدمت کے لیے اپنا حصہ وقف کر دیتا ہے۔

حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد احسان الحق رحمہ اللہ بھی ایک ایسے ہی گھرانے کے چشم و چراغ تھے۔

۳ ستمبر ۲۰۲۶ء کو جب رائیونڈ کی سرزمین نے اس بزرگ عالم، محدث، مربی اور داعی کو الوداع کہا تو میرے لیے یہ صرف ایک عظیم عالم کی وفات نہ تھی، بلکہ ایک ایسی شخصیت سے جدائی تھی جس کے بیانات سے استفادہ کیا، جس کی مجلس میں بیٹھا، اور جس سے عشاء کے بعد حیات الصحابہ کی تعلیم سے بارہا فیض حاصل کیا۔ ان کے جنازے میں شرکت کی سعادت۔ جنازے کے لیے جمع ہونے والا عظیم مجمع، علماء وطلبہ کی کثرت، دعوت سے وابستہ احباب کی عقیدت اور عام مسلمانوں کا غم یہ سب منظر بتا رہا تھا کہ شیخ الحدیث حضرت مولانا احسان الحق رحمہ اللہ نے اپنی زندگی میں جو کچھ کمایا، وہ مال و دولت نہیں بلکہ دلوں کی محبت اور دعائیں تھیں۔

یہ صرف ایک عالم دین کا جنازہ نہیں تھا بلکہ ایک عہد، ایک عالم کا جنازہ تھا۔ جنازے میں کھڑے ہو کر جب میں نے اس عظیم مجمع کو دیکھا تو دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ دنیا میں انسان کی اصل کمائی کیا ہے؟ نہ کوئی عہدہ ساتھ جاتا ہے، نہ شہرت، نہ منصب، نہ مال۔ انسان کے ساتھ اگر کچھ جاتا ہے تو اس کے اعمال، اس کا علم، اس کی دعوت، اس کی تربیت اور ان لوگوں کی دعائیں جاتی ہیں جن کی زندگی میں اس نے خیر پیدا کی ۔حضرت مولانا احسان الحق کے جنازے کا منظر اسی حقیقت کی گواہی دے رہا تھا۔

ایک سادہ قبر اور ایک گہرا سبق:

جنازے کے بعد ان کی قبر پر حاضری ہوئی اتنے بڑے عالم، اتنا بڑے مجمع اور اتنی وسیع دعوتی نسبت رکھنے والی شخصیت کی آخری آرام گاہ نہایت سادہ تھی۔ نہ کوئی دنیاوی نمود، نہ ظاہری شان وشوکت۔ ایک سادہ سی قبر! اور اس سے بڑھ کر دل کو چھو لینے والا منظر یہ تھا کہ ان کی قبر ان کے والدین کے درمیان تھی۔ وہ والدین جنہوں نے اپنی اولاد کی تربیت دین کے ماحول میں کی، جن کے گھر سے علم و دعوت کی خوشبو نکلی، آج ان کا بیٹا انہی کے درمیان ابدی آرام گاہ میں سو رہا تھا۔ قبرستان کی اس خاموشی میں دل نے جیسے ایک سوال کیا: جنوں نے پوری زندگی اللہ کے دین کے لیے گزاری، کیا ان کی اصل منزل یہی سادگی نہیں تھی؟

حضرت مولانا احسان الحق رحمہ اللہ کی شخصیت کو ان کے گھر اور خاندانی ماحول سے جدا کر کے سمجھنا شاید ممکن نہیں۔ ان کے والد حضرت بشیر الحق رحمہ اللہ رائیونڈ کے امیر رہے۔ یہ وہ دور اور ماحول تھا جہاں دعوت وتبلیغ صرف تقریروں اور اجتماعات کا نام نہیں تھی، بلکہ زندگی کے ہر شعبے کو دین کے لیے وقف کرنے کا نام تھا۔ اس گھر میں دین محض ایک موضوع نہیں تھا؛ دین زندگی تھا۔ گھر کے معمولات، تعلقات، وقت، آرام، سفر، کھانا، رہن سہن سب کچھ دعوت کے تقاضوں کے مطابق ڈھلتا گیا۔ مولانا احسان الحق نے اسی ماحول میں آنکھ کھولی اور اسی ماحول نے ان کی شخصیت کی تعمیر کی۔

ماں کی گود اور دین کی تربیت:

کسی بھی داعی کی زندگی میں ماں کا کردار الفاظ میں بیان کرنا آسان نہیں۔ حضرت مولانا احسان الحق کی والدہ محترمہ نے بھی اس دینی ماحول کو اپنے گھر کی بنیاد بنایا۔ ایک ماں جب اپنے بچوں کو دین کے لیے تیار کرتی ہے تو وہ بظاہر ایک گھر سنبھال رہی ہوتی ہے، مگر حقیقت میں وہ آنے والی نسلوں کی تعمیر کر رہی ہوتی ہے۔ مولانا احسان الحق کے گھرانے کی خواتین نے جس طرح سادگی، قناعت، پردہ اور دینی مزاج کو اختیار کیا، وہ اس خاندان کی دعوتی تربیت کا اہم پہلو تھا۔ یہ قربانی شاید جلسے کے اسٹیج پر دکھائی نہیں دیتی، مگر دعوت کے بڑے بڑے کاموں کے پیچھے اکثر ایسی ہی ماؤں اور خواتین کی خاموش قربانیاں ہوتی ہیں۔

ایک بیوی جو شریک سفر تھی:

حضرت مولانا احسان الحق رحمہ اللہ کی اہلیہ نے بھی اس دعوتی زندگی میں محض گھر کی ذمہ دار خاتون کی

حیثیت سے نہیں بلکہ ایک شریک سفر کی حیثیت سے اپنا کردار ادا کیا۔ سادگی زندگی، محدود وسائل میں گزارا، آنے جانے والی مستورات کی خدمت، ان کے کھانے پینے کا انتظام، ان کی ضروریات کا خیال اور دعوتی ماحول کی نزاکتوں کو سمجھنا۔ یہ سب ایسے کام ہیں جو بظاہر چھوٹے دکھائی دیتے ہیں، مگر دعوتی نظام کی بنیادوں میں ان کا حصہ بہت بڑا ہوتا ہے۔ مستورات کی اندرون ملک اور بیرون ملک جماعتوں کے ساتھ تعاون، ان کی میزبانی، انہیں سنبھالنا، ان کی ضروریات پوری کرنا اور ساتھ ہی پردے، حیا اور دعوتی آداب کی مکمل رعایت رکھنا ایک نہایت نازک ذمہ داری تھی۔ یہ خدمت صرف کھانا کھلانے یا رہائش دینے تک محدود نہ تھی۔ یہ دراصل ایک پورے دعوتی ماحول کو سنبھالنے کی خدمت تھی۔

مستورات کی دعوت ایک خاموش انقلاب:

دعوت وتبلیغ کے میدان میں مستورات کی جماعتوں کا قیام ایک اہم مرحلہ تھا۔ یہ کام ظاہری طور پر شاید بہت نمایاں نہ ہو، مگر اس کے اندر کتنی نزاکتیں، کتنی احتیاطیں اور کتنی ذمہ داریاں پوشیدہ ہیں، اسے وہی سمجھ سکتا ہے جو اس کام سے واقف ہو۔

حضرت مولانا احسان الحق رحمہ اللہ نے اس میدان میں جس طرح تعاون کیا اور ان کے گھرانے کی خواتین نے جس طرح ساتھ دیا، وہ دعوتی تاریخ کا ایک قابل قدر پہلو ہے۔ ان کی کوشش یہ تھی کہ مستورات کا دعوتی کام شرعی پردے، حیا، آداب، اسلامی حدود اور رائیونڈ کی شوریٰ کے طے شدہ دعوتی اصولوں کے مطابق آگے بڑھے۔ نہ بے احتیاطی ہو، نہ جذبات میں حدود پامال ہوں، نہ دعوت کے نام پر پردے اور نزاکتیں نظر انداز ہوں۔ بلکہ دعوت بھی ہو اور شریعت بھی محفوظ رہے۔ جماعت بھی نکلے اور حیا بھی قائم رہے۔ خدمت بھی ہو اور پردہ بھی قائم رہے۔ یہی وہ توازن تھا جس کی حفاظت میں اس گھرانے نے اپنی استطاعت کے مطابق حصہ لیا۔

گھر کا دروازہ، دعوت کا مسافر:

اندرون ملک سے آنے والی مستورات کی جماعتیں ہوں یا بیرون ملک سے آنے والی خواتین، ان کی خدمت کرنا، کھانا کھلانا، ان کی ضروریات پوری کرنا اور انہیں سنبھالنا اس گھرانے کے لیے ایک معمول کی طرح تھا۔ کبھی کوئی جماعت آئی تو گھر میں کھانے کا انتظام ہوا۔ کبھی کسی کو رہنمائی درکار ہوئی تو توجہ دی گئی

۔کبھی کسی خاتون کو دعوتی نزاکت کے بارے میں مشورہ چاہیے تھا تو احتیاط کے ساتھ رہنمائی کی گئی۔ یہ سب کام خاموشی سے ہوتے رہے۔ نہ اخبارات میں خبر چھپی، نہ سوشل میڈیا پر تصویریں آئیں، نہ کسی نے اپنے کارنامے بیان کیے۔ دعوت کے یہ خادم کام کرتے رہے اور اللہ سے اجر کی امید رکھتے رہے۔

حضرت مولانا احسان الحق رحمہ اللہ کی زندگی کا روشن پہلو یہ بھی ہے کہ ان کے خاندان کے افراد نے دعوت کے اس کام کو صرف مولانا کی ذاتی ذمہ داری نہیں سمجھا۔ والدین، اہلیہ، اولاد بہن بھائی، بھتیجے اور بھتیجیاں اس بڑے خاندان کے بہت سے افراد نے اپنی اپنی استطاعت کے مطابق دین اور دعوت کے کام میں حصہ لیا اور اپنی آسائشوں کو اس راستے پر قربان کیا۔ یہ قربانی ہمیشہ سفر کی صورت میں نہیں ہوتی۔ کبھی ایک ماں اپنے بیٹے کو دین کے کام کے لیے رخصت کرتی ہے۔ کبھی بیوی شوہر کے طویل سفروں کو برداشت کرتی ہے۔ کبھی بچے والد کی مصروفیات کو دیکھتے ہیں۔ کبھی گھر میں آنے والے مہمانوں کی خدمت معمول بن جاتی ہے۔ کبھی اپنی ضروریات پیچھے رہ جاتی ہیں اور دعوت کی ضرورت آگے آجاتی ہے۔ اور کبھی پورا گھر یہ فیصلہ کر لیتا ہے کہ: ہماری زندگی کا سکون صرف ہمارے لیے نہیں، اللہ کے دین کے لیے بھی ہے۔

دعوت کے میدان میں جو لوگ سامنے نظر آتے ہیں، لوگ انہیں دیکھ لیتے ہیں۔ مگر ان کے پیچھے جو لوگ خاموشی سے قربانیاں دیتے ہیں، ان کا ذکر بہت کم ہوتا ہے۔ ایک داعی سفر میں ہے تو گھر کون سنبھالتا ہے؟ ایک عالم رات گئے تک درس دے رہا ہے تو اس کے گھر کی ضروریات کون پوری کرتا ہے؟ مہمان جماعتیں آرہی ہیں تو کھانے کا انتظام کون کرتا ہے؟ مستورات کی جماعتوں کی خدمت ہو رہی ہے تو پردے اور گھریلو نظم کی ذمہ داری کون نبھاتا ہے؟ یہ وہ سوالات ہیں جن کے جواب میں ہمیں مولانا احسان الحق کے خاندان کی خواتین کی قربانیاں دکھائی دیتی ہیں۔ دعوت صرف میدان میں نکلنے والے لوگوں کا نام نہیں؛ دعوت ان گھروں کا نام بھی ہے جو داعیوں کو سہارا دیتے ہیں۔

میرے دل میں حضرت مولانا احسان الحق کی ایک خاص یاد ہمیشہ زندہ رہے گی۔ عشاء کے بعد حیات الصحابہ کی وہ تعلیم! کتاب کھلتی، واقعات بیان ہوتے، صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی زندگی سامنے آتی اور محسوس ہوتا کہ ہم تاریخ نہیں پڑھ رہے بلکہ ایمان کی ایک زندہ دنیا میں داخل ہو رہے ہیں۔ میں نے ان مجالس سے بارہا استفادہ کیا۔ آج جب وہ مجلس یاد آتی ہے تو دل کہتا ہے: کاش وہ وقت پھر لوٹ آئے! لیکن وقت لوٹتا نہیں۔ لوگ چلے جاتے ہیں۔ مجلسیں ختم ہو جاتی ہیں۔ آوازیں خاموش ہو جاتی ہیں۔ مگر جو بات دل

میں اتر جائے، وہ باقی رہتی ہے۔علم، دعوت اور تربیت۔

حضرت مولانا احسان الحق کے اندر علم کی گہرائی بھی تھی اور دعوت کی فکر بھی۔انہوں نے حدیث پڑھائی۔علماء اور طلبہ کی تربیت کی۔بیانات کیے۔حیات الصحابہ کا اردو ترجمہ کیا۔تبلیغی جماعت کے دعوتی نظام میں اپنی ذمہ داری ادا کی۔اور اپنی پوری زندگی اس فکر کے لیے وقف کیے رکھی کہ مسلمان اللہ تعالیٰ سے اپنا تعلق مضبوط کرے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت کو اپنی زندگی کا راستہ بنائے۔جب میں ان کی قبر پر کھڑا تھا تو میرے سامنے ان کی پوری زندگی جیسے ایک فلم کی طرح گزر رہی تھی۔وہ بیانات، وہ عشاء کے بعد حیات الصحابہ کی مجلسیں، وہ علم، وہ دعوت وتربیت وہ سفر، وحضر مہمان وہ مستورات کی جماعتیں ،وہ گھر کی قربانیاں۔۔

مولانا احسان الحقؒ کی زندگی کا ایک نہایت محبت بھرا پہلو یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ وہ حاجی عبدالوہاب رحمہ اللہ کی صحت اور پرہیزی ضروریات کا خصوصی خیال رکھتے تھے۔حاجی صاحبؒ کے لیے جو پرہیزی کھانا درکار ہوتا، مولانا احسان الحق اپنی مستورات سے وہ کھانا تیار کرواتے اور محبت واہتمام کے ساتھ حاجی صاحب تک پہنچاتے۔یہ بظاہر ایک چھوٹا سا واقعہ ہے، مگر حقیقت میں اس کے اندر ایک پورا مزاج چھپا ہوا ہے۔بڑے لوگ بڑے کاموں سے ہی نہیں پہچانے جاتے؛ کبھی کبھی کسی بزرگ کے لیے ایک مناسب لقمہ تیار کروانا بھی محبت، وفاداری اور خدمت کی ایسی تصویر بن جاتا ہے جسے تاریخ بھلا نہیں سکتی۔

حاجی عبدالوہاب دنیا بھر میں دعوت کے کام کے لیے فکرمند تھے، اور ان کے رفقاء ان کی ضروریات کا خیال رکھتے تھے۔مولانا احسان الحق بھی اسی خدمت اور رفاقت کے جذبے سے ان کے ساتھ کھڑے رہے۔یہی تو دعوتی اخوت ہے۔کوئی میدان میں نکلتا ہے۔کوئی درس دیتا ہے۔کوئی سفر کرتا ہے۔اور کوئی پیچھے رہ کر مجاہد کی ضرورت کا ایک ایک سامان سنبھالتا ہے۔

حضرت مولانا احسان الحق رحمہ اللہ کی دعوتی زندگی رائیونڈ کی چار دیواری تک محدود نہ تھی۔وہ مختلف ممالک کے دعوتی اسفار میں شریک ہوئے، عالمی اجتماعات میں شرکت کی اور دنیا کے مختلف خطوں میں دین کی دعوت اور اصلاح کے کام سے وابستہ رہے۔ان اسفار کی مکمل تفصیل شاید کبھی کسی ایک کتاب میں جمع نہ ہو سکے، کیونکہ ان بزرگوں کی زندگی میں سفر معمول تھا اور خدمت مقصد۔کبھی ایک ملک، کبھی دوسرا ملک، کبھی کسی شہر کا اجتماع، کبھی کسی مرکز کی مجلس، اور کبھی کسی دور دراز علاقے میں چند دن قیام۔مقصد ایک ہی، لوگوں

کو اللہ تعالیٰ سے جوڑنا، رسول ﷺ سنت کی طرف متوجہ کرنا اور امت میں دین کی فکر پیدا کرنا۔ایک دعوت، بے شمار دل۔دنیا میں دعوت کے کام کا اثر اعداد میں ناپنا آسان نہیں کتنے لوگوں نے کس بیان سے توبہ کی؟ کتنے لوگوں نے نماز شروع کی؟ کتنے نوجوانوں نے اپنی زندگی کا رخ بدلا؟ کتنے لوگوں نے شراب،نشہ یا گناہ چھوڑ کر مسجد کا راستہ اختیار کیا؟ کتنے لوگوں نے قرآن پڑھنا شروع کیا؟ کتنے لوگ دعوت کی بدولت اللہ کے راستے میں نکلے؟اور کتنے لوگوں نے اسی دعوتی ماحول سے متاثر ہو کر آگے دوسروں کی زندگی بدلنے کا ذریعہ بن گئے؟

ان سوالوں کا مکمل شمار کسی رجسٹر میں موجود نہیں۔لیکن تاریخ گواہ ہے کہ رائیونڈ اور اس سے وابستہ علماء ،مشائخ، رفقاء اور تلامذہ کی دعوتی محنت نے دنیا کے بے شمار انسانوں کی زندگیوں کو متاثر کیا۔اور اس قافلے میں حضرت مولانا احسان الحق رحمہ اللہ کا حصہ بھی اپنی جگہ روشن ہے۔

ان کے شاگردوں اور رفقاء نے مختلف ملکوں میں دعوت کا کام کیا، اور ان کے معروف تلامذہ میں مولانا طارق جمیل صاحب بھی شامل ہیں، جن کی دعوتی آواز پاکستان سے نکل کر دنیا کے مختلف خطوں تک پہنچی۔یوں کبھی کبھی ایک استاد خود ایک جگہ بیٹھا رہتا ہے،مگر اس کے شاگرد دنیا بھر میں اس کے علم ،تربیت اور دعوت کی روشنی لے کر پھیل جاتے ہیں۔ایک چراغ خود ایک جگہ جلتا ہے،مگر اس سے روشن ہونے والے چراغ دنیا کے کئی خطوں کو روشن کر دیتے ہیں۔

حضرت مولانا احسان الحق اور مولانا طارق جمیل صاحب کی نسبت بھی بڑی محبت بھری تھی۔آج مولانا طارق جمیل صاحب دنیا کے معروف داعیوں میں شمار ہوتے ہیں،مگر ان کی علمی وتربیتی زندگی کے صفحات میں حضرت مولانا احسان الحق کا نام ایک استاد کی حیثیت سے روشن ہے۔حالیہ تعزیتی کلمات میں بھی مولانا طارق جمیل صاحب نے اپنے استاد کی شخصیت کو عظیم مربی،شفیق اور مخلص استاد کے طور پر یاد کیا۔یہ نسبت ہمیں استاد کی اصل عظمت سمجھاتی ہے۔استاد کی عظمت صرف اس بات میں نہیں کہ وہ خود کتنا مشہور ہوا۔اصل عظمت یہ ہے کہ: اس نے کتنے لوگوں کو تیار کیا، کتنے دلوں کو اللہ سے جوڑا، کتنے لوگوں کو دین کا راستہ دکھایا، اور اس کے بعد کتنے لوگ اس کام کو آگے لے کر چلتے رہے۔

حضرت مولانا محمد احسان الحق رحمہ اللہ کی وفات ایک فرد کی وفات نہیں، ایک علمی و دعوتی عہد کے ایک اہم باب کا اختتام ہے۔لیکن ان کی زندگی کا سب سے خوبصورت پہلو شاید یہی ہے کہ انہوں نے اپنے پیچھے

صرف یادیں نہیں چھوڑیں۔انہوں نے انسان چھوڑے۔شاگرد چھوڑے۔علوم چھوڑے۔قربانی چھوڑی دعوت چھوڑی۔تربیت چھوڑی۔اور ایک ایسا گھرانہ چھوڑا جس کے افراد نے اپنی استطاعت کے مطابق دین کے کام میں قربانیاں پیش کیں۔

ان کی سادہ قبر آج بھی خاموش زبان میں اعلان کر رہی ہے: یہ دنیا ٹھہرنے کی جگہ نہیں۔اور ان کی زندگی کہہ رہی ہے: اگر زندگی گزارنی ہے تو ایسی گزارو کہ موت کے بعد بھی خیر کا سفر جاری رہے۔

اے حضرت مولانا احسان الحق رحمہ اللہ! آپ کی مجلسیں ختم ہوگئیں، مگر آپ کی باتیں باقی ہیں۔آپ کی آواز خاموش ہوگئی، مگر آپ کے شاگرد بول رہے ہیں۔آپ کا درس ختم ہوگیا، مگر حیات الصحابہ کے صفحات آج بھی کھلے ہیں۔آپ کی آنکھیں بند ہوگئیں، مگر آپ کی تربیت پانے والی آنکھیں آج بھی امت کو دیکھ رہی ہیں۔آپ کی قبر سادہ ہے، مگر آپ کی یادیں بہت وسیع ہیں۔اور آپ کے گھر کی قربانیاں شاید دنیا کے صفحات پر پوری طرح نہ لکھی جائیں، مگر اللہ تعالیٰ کے ہاں کوئی قربانی ضائع نہیں ہوتی۔میری دلی دعا۔اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد احسان الحق رحمہ اللہ، ان کے والد حضرت بشیر الحق رحمہ اللہ، ان کی والدہ محترمہ، ان کی اہلیہ محترمہ، ان کے اہلِ خانہ اور اس خاندان کے تمام مرحومین کی خدمات کو قبول فرمائے، ان کے درجات بلند فرمائے، اور ان سب کو جنت الفردوس میں اپنے مقرب بندوں کے ساتھ جگہ عطا فرمائے۔اور ہمیں ان کی زندگی سے یہ سبق لینے کی توفیق عطا فرمائے کہ: دین صرف زبان سے کہنے کا نام نہیں؛ دین کے لیے زندگی دینے کا نام ہے۔

رائیونڈ کا ایک چراغ بجھ تو گیا مگر اس چراغ سے روشن ہونے والی روشنی ابھی باقی ہے۔

إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ۔

اللہ تعالیٰ حضرت مولانا محمد احسان الحق رحمہ اللہ کی کامل مغفرت فرمائے۔آمین ثم آمین

***

شیخ احسان الحقؒ کی طرف سے ایک تعزیتی مجلس کا آنکھوں دیکھا حال

مفتی محمد راشد ڈسکوی عفا اللہ عنہ

دارالافتاء جامع مسجد اشتیاق، ڈسکہ

آج مورخہ ۲۴ / ربیع الثانی / ۱۴۴۸ھ کو بعد از عصر استاذِ محترم حضرت مولانا احسان الحق صاحب [جو اس وقت خود ''رحمہُ اللہ'' کہلوانے کے مستحق ہو چکے ہیں، افسوس! ۱۹ ربیع الاول ۱۴۴۸ھ بمطابق ۲ ستمبر ۲۰۲۶ء کو استاذ محترم کا بھی انتقال ہو گیا، انا للہ وانا الیہ رجعون] مع دیگر احباب جامعہ فاروقیہ کراچی میں حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب قدس سرّہ کی تعزیت کے لیے تشریف لائے۔ حضرت اقدس رحمہُ اللہ کے ہم راہ حضرت کے برادرِ صغیر مولانا محمد سہیل صاحب، حضرت کے صاحبزادے مولانا محمد عامر صاحب، استاذ محترم مولانا عبید اللہ خورشید صاحب، کراچی والے بھائی یامین صاحب زید مجدہم اور دیگر بہت سے حضرات تھے، یہ جماعت بنگلہ دیش اجتماع سے فارغ ہو کر کراچی ائیر پورٹ سے سیدھی جامعہ فاروقیہ آ گئی تھی، مغرب سے متصل کچھ پہلے یہ حضرات جامعہ پہنچے، نماز کے فورا بعد بندہ؛ استاذ محترم مولانا احسان الحق صاحب اور مولانا عبید اللہ خورشید صاحب دامت برکاتہم العالیہ کی خدمت میں زیارت اور سلام کے لیے حاضر ہوا، اُس وقت تک حضرت شیخ قدس سرّہ کے تینوں پوتے (مفتی معاذ خالد، مولانا عمار خالد اور مفتی حماد خالد حفظہُم اللہ) اور دونواسے (مفتی یحییٰ حبیب اور عکاشہ تحسین سلّمہُم اللہ)، بندہ اور تخصص فی الفقہ الاسلامی کے چار طلباء جو مدرسہ عربیہ رائے ونڈ کے ہی فضلاء تھے، موجود تھے۔ [ان دنوں بندہ جامعہ فاروقیہ کراچی میں مدرس اور شعبہ تصنیف وتالیف کا رکن تھا]

استاذ محترم مولانا احسان الحق صاحب رحمہُ اللہ دیر تک اس مجلس میں حضرت شیخ قدس سرہ کے پوتوں

سے حضرت شیخ قدس سرہ کے متعلق مختلف سوالات وجوابات کرتے رہے، منجملہ دیگر سوالات کے ایک سوال یہ بھی کیا کہ حضرت شیخ قدس سرّہ کے جامعہ فاروقیہ مقر ثانی میں ہونے والے نماز جنازہ میں شرکاء کی تعداد کیا تھی؟ مفتی حماد خالد سلمہ نے جواب دیا کہ تقریباً ایک لاکھ کی تعداد ہوگی۔ اس پر موجود مجمع میں سے کسی نے آواز لگائی کہ شرکاء جنازہ کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ تھی۔ تو استاذ محترم رحمہُ اللہ مسکرادیئے، اور فرمایا: ایسی بات کو دس بندوں سے بھی دریافت کرو گے تو اس کا مختلف جواب ہی ملے گا۔ اس اختلاف سے نکلنے کا طریقہ یہ ہے کہ اُن دس افراد کے جوابات کو جمع کے کے دس پر تقسیم کردو، جو جواب آئے گا وہ شرکاء کی تعداد کا محتاط اندازہ ہوگا۔

اس دوران حضرت شیخ قدس سرّہ کے دونوں صاحبزادے حضرت مولانا ڈاکٹر عادل خان صاحب [حضرتؒ بھی اس کے بعد شہادت کے رتبے پر فائز ہوکر خلد بریں کے باسی بن چکے ہیں] اور حضرت مولانا عبید اللہ خالد صاحب زید مجدہم العالیہ تشریف لے آئے، حال احوال کے بعد حضرت اقدس مولانا احسان الحق صاحبؒ نے پورے مجمع سے تھوڑی دیر گفتگو فرمائی، جو تعزیت کے عنوان سے بہترین گفتگو تھی۔

بندہ اس پوری مجلس کی ایک ایک بات کا مشاہدہ اور سماع بہت توجہ اور دھیان سے کر رہا تھا، وجہ اس عمل کی یہ تھی کہ مدرسہ عربیہ رائے ونڈ میں غالباً سابعہ کے سال رائیونڈ کے شعبہ خطوط کے مقیم بھائی عبد اللطیف صاحب رحمہُ اللہ کا انتقال ہوا تو اس موقع پر مرکز کے امام، استاذِ محترم مولانا محمد معاذ صاحب زید مجدہم نے بندہ سے ایک بات ارشاد فرمائی تھی کہ ''علم کا حصول محض کتابوں سے ہی ممکن نہیں ہے، بلکہ اس کے لیے اکابرین کی صحبت اور اُن کے اسوۂ کو بھی مدِنظر رکھنا ضروری ہے، اس لیے اس طرح کے اہم مواقع پر اکابرین کے طرزِ عمل کو خوب سے ملاحظہ کرنا چاہیے کہ وہ کیا عمل کرتے ہیں اور کس طرح کرتے ہیں؟!''

چنانچہ اس تعزیتی مجلس میں بھی استاذ محترم مولانا احسان الحق صاحب رحمہُ اللہ نے بہت عمدہ اور مفید گفتگو فرمائی جو دلوں کی تسلی کا سامان بھی بنی اور جذبات وعزائم میں پختگی اور تازگی کا بھی باعث بنی۔ چنانچہ سوچا کہ اس مفید مجلس کی کارگزاری منظرِ عام پر لا کر دیگر طالبین کو بھی مستفید ہونے کا موقع فراہم کرنا چاہیے، چنانچہ مولانا محترم رحمہُ اللہ کی تقریباً تین ربع گفتگو جو ریکارڈ ہوسکی تھی، کو کاغذ پر منتقل کر کے پیش خدمت کیا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ بندہ سمیت امت محمدیہ علی صاحبہا الف الف تحیۃ وسلام کے لیے نافع بنائے، آمین۔

فرمایا: اِس وقت دین کی محنت کو اور بڑھائیں، عوام میں دین کی طلب پیدا کرنے کی محنت کریں، عوام میں کام کرنا نبیوں کا اصل کام تھا، اس لیے ہمیں تبلیغی محنت کو بڑھانا چاہیے۔ جتنا محنت زیادہ ہوتی چلی جائے گی اتنا عوام میں وہ نیک صفات پیدا ہوتی چلی جائیں گی جو اللہ کو پسند ہیں۔

(حضرت شیخ الحدیث مولانا سلیم اللہ خان صاحب رحمۃُ اللہ علیہ کی وفات کی وجہ سے) اصل نقصان ہمارا یہ ہوا کہ ہم اُن برکات سے محروم ہو گئے جو مولانا کی ذات اور مولانا کی صفات کی وجہ سے اُترتی تھیں، اب اس کا حل یہ ہی ہے کہ ہم اپنے اندر مولانا والی صفات کو پیدا کریں، جو مولانا میں خوبیاں تھیں وہ اپنے اندر پیدا کریں، جب مولانا والی خوبیاں ہمارے اندر پیدا ہو جائیں گی تو جیسے اللہ تعالیٰ ان کے لیے برکتیں اتارتا تھا ویسے ہی ہمارے لیے اتاریں گے، اس لیے گھبراؤ مت، پریشان مت ہوؤ، ان کے لیے ایصال ثواب بھی زیادہ کرو۔

میں سال میں ایک دفعہ آیا کرتا تھا (کراچی کے) اجتماع کے موقع پر، تو مولانا کی خدمت میں بھی سلام کے لیے حاضر ہوتا تھا، میرے ساتھ بڑی شفقت والا معاملہ فرماتے تھے، اپنے ذاتی حالات، اپنے واقعات بتایا کرتے تھے۔

(پھر مولانا احسان الحق صاحب نے دریافت فرمایا کہ) ایصال ثواب بھی کرتے ہیں اُن کے لیے یا نہیں؟ (پھر مولانا نے مسکراتے ہوئے لطیفے کے طور پر یہ فرمایا کہ اِن بریلویوں کے نقصانات تو بہت سارے ہیں لیکن فائدے کی بات بھی ہے، مرنے والے کا فائدہ کر جاتے ہیں، تیسرے دن جمع ہو گئے، کچھ پڑھ لیا، پڑھا لیا، کچھ کر لیا، کچھ کروا لیا، پھر ساتویں دن بھی جمع ہو جاتے ہیں، چہلم تو ان کے ہاں مستقل ہی چلتا ہے، تو تعیین کر کے، متعین کر کے پڑھنا پڑھانا تو یقیناً بدعت ہے، ہاں اتنا ہے کہ مرنے والے کا فائدہ ہو جاتا ہے۔)

چلیں ہم اتنا تو کر لیں کہ جتنے ہم ان کے شاگرد ہیں، یا شاگرد تو نہیں ہیں لیکن ایک امت کے ہونے کے ناطے ہم ان کے ہیں وہ ہمارے ہیں، ہر کوئی روزانہ پڑھنے پڑھانے کی کوشش کرے، کوئی نفل عبادت اپنے ذمے لگائے، اگر پیسے زیادہ ہوں تو سو، دو سو روپے روزانہ صدقہ کر دیا کرے، دو رکعت روزانہ پڑھ کے اُن کو ہدیہ دے دیا کریں، درود شریف کی ایک تسبیح روزانہ پڑھ کے اُن کو ثواب بھیج دیا کریں، تین دفعہ ''قل ہو اللہ'' پڑھنے سے قرآن کے تین ثلث ہو جاتے ہیں، اُمید کہ پورے قرآن کا ثواب اللہ اُن کو دے

دیں گے۔

کوئی تقریب ہوئی مولانا کے انتقال پر یہاں؟ (اس پر حضرت مولانا عبید اللہ خالد صاحب زید مجدہم نے جواب دیا کہ) ''نہیں''۔

(اس اثنا میں اس مجلس میں یعنی: جامعہ کے مہمان خانے میں چار افراد باہر سے حضرت شیخ رحمہ اللہ کی تعزیت کی خاطر داخل ہوئے، وہ مصافحہ کر کے مولانا احسان الحق صاحب رحمہُ اللّٰہ سے سامنے بیٹھ گئے، مولانا زید مجدہم نے اُن سے دریافت کیا کہ آپ لوگ کتنا وقت لے کر آئے ہیں؟ اس پر وہ بات سمجھ نہ سکے اور مولانا کو تعجب بھری نظروں سے دیکھتے رہے، مولانا نے اُن سے اب قدرے واضح انداز میں پوچھا کہ بھائی آپ لوگوں کے پاس کتنا وقت ہے کہ میں آپ لوگوں سے بات کروں، پندرہ منٹ، آدھ گھنٹہ، ایک گھنٹہ یا کتنی دیر؟ اس پر ان میں سے ایک بولا کہ جی، پندرہ منٹ کر لیں، اس پر مولانا نے ذیل کی گفتگو فرمائی:)

''مولانا (سلیم اللہ خان صاحب رحمہُ اللہ) کی جتنی بھی ہم تعریف کریں، کم ہیں، یہاں انیس سو سڑسٹھ میں انہوں نے مدرسہ شروع کیا، اور آج اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ پاکستان بھر کے اعلیٰ ترین مدرسوں میں اس (مدرسے) کا شمار ہوتا ہے، یہ سب مولانا کی خوبیوں کی وجہ سے ہے۔

اب اس میں دیکھنے والی بات یہ ہے کہ کیسے، ہمارے پاس، مزید اُن جیسے علماء اور تیار ہوں؟

حضرت مولانا حفظ الرحمن سیوہارویؒ جمعیت علماء اسلام کے راہنماؤں میں سے تھے، اور بڑے مصنف بھی تھے، ''قصص القرآن'' انہوں نے کتاب بھی لکھی ہے، اُن کا انتقال ہو گیا، (حضرت جی! مولانا محمد یوسف کاندھلوی رحمہُ اللہ کے نام) خط لکھا لوگوں نے، اُن کے رشتہ داروں نے کہا کہ مولانا (سیوہارویؒ) کا انتقال ہو گیا، اُن میں بڑی خوبیاں تھی، بڑے اللہ والے تھے، بڑے جری تھے، نڈر بے باک اور بہادر تھے، ہندوستان میں رہتے ہوئے ہندو سے نہ ڈرنا (کتنی بڑی بات ہے؟!)، وہ بڑے سخی بھی تھے، (وہ تو) اب ہمارا کیا ہوگا؟ تو مولانا محمد یوسف (کاندھلوی رحمہُ اللہ) نے جواب میں یہ لکھوایا: ''جو صفات مولانا (مرحوم) میں تھیں، اگر وہ ہمارے اندر پیدا ہو جائیں تو اللہ جیسے اُن کو دے رہا تھا، ویسے ہی ہمیں بھی دے گا''۔ اس لیے ''اسلام'' کو جتنا زیادہ سے زیادہ ہم چلائیں گے، پھیلائیں گے، زندہ کریں گے، تو اِن شاء اللہ ایک نہیں، ہزاروں ''حفظ الرحمن سیوہاروی'' پیدا ہوں گے۔ (حضرت اقدس نے فرمایا:

''وہ خط میرے پاس اب بھی محفوظ ہے''۔)

اس لیے اصل حل یہ ہے کہ دین کو زندہ کیا جائے سارے مسلمانوں میں، اور اس میں جان ماریں۔

''قُومُوا''، فَمُوتُوا عَلَى مَا مَاتَ عَلَيْهِ رَسُولُ اللَّهِ صلی اللہ علیہ وسلم۔ [السیرۃ النبویۃ لابن ھشام: ۲/ ۴۸۷] اُحد کی لڑائی میں یہ خبر مشہور ہوگئی کہ حضور ﷺ کا انتقال ہوگیا، آپ شہید کر دیے گئے، تو اس وقت ایک صحابیٔ رسول [حضرت انس بن نضر رضی اللہ عنہ] نے یہ جملہ بولا: ''اُٹھو، اور جس چیز کے لیے حضور ﷺ نے جان دی ہے، ہمیں بھی اسی کے لیے جان دے دینی چاہیے''۔

تو جس عمل میں مولانا (سلیم اللہ خان صاحب قدس سرّہ) نے اپنی جان لگا دی، ہمیں بھی اُسی میں اپنی جان لگا دینی چاہیے، کریں گے نا سب بھائی، ان شاء اللہ؟ (مجمع بولا: ''جی، ان شاء اللہ'') فرمایا: جیسا دودھ ہوتا ہے، ویسا مکھن نکلتا ہے، عوام میں دین داری جب زیادہ ہوجائے گی، تو خواص بھی اللہ تعالیٰ زیادہ دیں گے، ان شاء اللہ۔

جانے والے کی جتنی تعریف بھی کرو، کم ہے، لیکن اِس میں اُن کا کوئی فائدہ نہیں، اُن کا فائدہ اس میں ہے کہ ایصال ثواب اُن کو زیادہ سے زیادہ کیا جائے۔

حضرت عمر بن عبد العزیز رحمۃ اللہ کے بیٹے کا انتقال جب ہونے لگا تو وہ اپنے باپ سے کہنے لگا کہ ابا جان! میرا تو خیال یہ تھا کہ آپ پہلے جائیں گے اور میں بعد میں جاؤں گا، اس لیے آپ پہلے جائیں گے تو صبر کا ثواب میں لے لوں گا، لیکن اب نظر یہ آرہا ہے کہ میں پہلے جارہا ہوں اور آپ بعد میں آئیں گے، اللہ کی شان! میں پہلے جارہا ہوں، تو اب وہ ثواب جو میں نے لینا تھا آپ کی موت پر صبر کر کے، اب وہ آپ لے لیں گے، میرے مرنے پر صبر کر کے۔

مسلمان کو کسی حال میں نقصان نہیں ہوتا، اللہ تعالیٰ کوئی نعمت دے رہیں ہیں تو انسان اس پر شکر ادا کرے، شکر کی جنت بن جائے گی، اور اللہ تعالیٰ کوئی نعمت دے کر واپس لے رہے ہیں تو صبر کریں، اس سے صبر والی جنت مل جائے گی، مسلمان کے ساتھ تو ہر حال میں فائدے والا معاملہ ہے۔

حضرت مولانا (سلیم اللہ خان صاحب قدس سرّہ) نے زندگی گذاری، اور بڑی زاہدانہ گذاری، کسی سے مرعوب نہیں ہوتے تھے۔ ہم بھی ان کی صفات کو اپنے اندر پیدا کریں، اِس موقعے پر اِس موقع کا فائدہ اٹھانا چاہیے، دل کے جس کونے میں محبت تھی جانے والے کی، اب وہ کونہ خالی ہوگیا، اس موقع پر فائدہ

اٹھانے کی ایک صورت یہ ہے کہ ہم دل کے اُس کونے میں اللہ کی محبت داخل کر دیں قبل اس کے کہ دنیا کی محبت اُس میں داخل ہو جائے، دل غمزدہ ہوتا ہے ایسے موقع پر اور غمزدہ دل کی دعا زیادہ قبول ہوتی ہے، اب ہم امت کے لیے بھی دعا زیادہ کریں کہ اللہ امت کے حال پر رحم فرمائے۔

اور ایصال ثواب جو کر سکیں کریں، چلہ لگالیں، تین چلے لگالیں، تبلیغ کے لیے چلے جائیں، کسی مدرسے میں چندہ دے دیں، نوافل پڑھ کے بخش دیا کریں، سورہ یسین روزانہ پڑھ کے مولانا کو اس کا ثواب بھیج دیا کریں، جتنا زیادہ ہم اُن کی روح کو ایصال ثواب کیا کریں گے اتنا زیادہ وہ ہم سے خوش ہوں گے۔

پندرہ منٹ پورے ہو گئے ہوں گے آپ کے؟، (مولانا نے اُن نو وارد مہمانوں سے مسکراتے ہوئے دریافت کیا، پھر خود ہی فرمایا:) اگر کسی سے چودہ منٹ لے کر بات تیرہ منٹ کی جائے تو وہ زیادہ خوش ہوتا ہے، (مہمان بھی ہنستے ہوئے گویا ہوئے) جی، دعا فرما دیجیے۔

سبحانک اللھم وبحمدک وتبارک اسمک وتعالی جدک ولا الہ غیرک، اللھم صل علی محمد وعلی آل محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید، اللھم بارک علی محمد وعلی آل محمد کما بارکت علی ابراھیم وعلی آل ابراھیم انک حمید مجید، ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ وفي الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار۔

اے اللہ! مولانا بہت زیادہ بیمار رہ کر گئے، بہت تکلیفیں اٹھائی اُنہوں نے، ساری زندگی انہوں نے دین کی خدمت میں لگائی، اب وہ تیرے پاس پہنچ گئے ہیں، ہم نے ان کو سب نیک کام کرتے ہوئے دیکھا، حج وعمرہ کرتے ہوئے بھی ان کو دیکھا، قرآن پڑھتے ہوئے بھی ان کو دیکھا، ان کو ہم نے بیان کرتے ہوئے بھی دیکھا، سبق پڑھاتے ہوئے بھی دیکھا، ہم سب گواہی دیتے ہیں کہ وہ بڑے مؤمن برحق تھے۔

اے اللہ! جتنی کمزوریاں اُن سے ظاہر ہوئی وہ سب ختم کر دے، اور اُن کے جو گناہ ہیں وہ معاف کر دے، اور ان کو جنت کو سب سے اعلی مقام ہے وہ عطا فرما، نبیوں کے ساتھ والی جنت عطا فرما۔

اے اللہ! ان کے بچے، ان کے بیٹے، ان کی بیٹیاں سب غم زدہ ہیں، رو رہے ہیں، ان کو صبر اور حوصلہ عطا فرما، ان سب کو مولانا کے نقش قدم پر چلنے والا بنا۔

اے اللہ! مسلمانوں کے حال پر رحم فرما، آج مسلمانوں کا حال ظاہری و باطنی اعتبار سے بڑا کمزور

ہے، جو کھڑا ہوتا ہے وہ مسلمانوں کو مارنے لگ جاتا ہے، کوئی بچانے والا نہیں، کوئی روکنے والا نہیں، کوئی کچھ کہنے والا نہیں، یہ سب ہمارے گناہوں کی کثرت کی وجہ سے ہے۔ اے اللہ! امت کے حال پر رحم فرما، آپس میں جوڑ پیدا فرما، ان سب کے دلوں میں وحدت کلمہ پیدا فرما۔

امریکہ، افریقہ، یورپ، ایشیا، جہاں جہاں انسان رہتے ہیں، وہاں پر مسجدیں بھی بنا دے، مدرسوں کا جال بھی ہر جگہ پھیلا دے۔ اور دنیا کے سب ملکوں میں دین کو زندہ فرما دے، اور ہماری تمام حاجتوں کو پورا فرما دے، اپنے سوا کسی کا محتاج نہ بنا، اپنے سے مانگ کر کھانے والا بنا، جتنے بھائی یہاں بیٹھے ہیں سب کی جائز حاجتوں کو پورا فرما، ان سب کو اپنے دین کی خدمت کے لیے قبول فرما۔

اے اللہ! جن آنکھوں سے اسلام کو مٹتے دیکھا ہے، انہی آنکھوں سے اسلام کو چمکتا ہوئے بھی دکھا دے، تمام بیماروں کو بھی صحت نصیب فرما، حضرت حاجی صاحب کو بھی صحت کاملہ عاجلہ مستمرہ دائمہ نصیب فرما۔

وصلی اللہ علی النبی الکریم وعلی آلہ واصحابہ وسلم تسلیما کثیرا کثیرا، برحمتک یاارحم الراحمین، آمین۔

***

معاف کرنا دل کو خوبصورت بناتا ہے

انسان سے غلطی بھی ہوتی ہے اور اسے دوسروں کی غلطیوں کا سامنا بھی کرنا پڑتا ہے۔ ایسے میں معاف کرنا ایک خوبصورت اخلاقی صفت ہے۔

معافی کا مطلب یہ نہیں کہ ظلم یا زیادتی کو نظر انداز کر دیا جائے؛ بلکہ جہاں ضروری ہو وہاں اپنے حق اور حدود کی حفاظت کرتے ہوئے دل میں انتقام کی آگ کو جگہ نہ دینا بھی بڑی خوبی ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں دوسروں کے لیے درگزر اور اپنے لیے اصلاح کا راستہ اختیار کرنے کی توفیق دے۔

احسان الحقؒ کا مجھ پر احسان

بیان: مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم العالیہ

4 ستمبر بروز جمعہ حضرت مولانا طارق جمیل صاحب دامت برکاتہم العالیہ نے اپنے جمعہ کے بیان میں اپنے استادِ محترم حضرت مولانا محمد احسان الحق رحمہ اللہ کا تذکرہ کرتے ہوئے ان کی شخصیت، دینی خدمات اور اپنے ساتھ ان کے تعلق کے حوالے سے بعض باتیں بیان فرمائیں۔ حضرت مولانا طارق جمیل صاحب کے اس بیان میں اپنے استادِ محترم سے محبت، عقیدت اور استفادے کے متعدد پہلو نمایاں ہوتے ہیں۔ قارئین کی دلچسپی اور استفادے کے لیے اس بیان کے اہم حصے کو اختصار کے ساتھ مرتب کر کے پیشِ خدمت کیا جا رہا ہے۔

زمین پر اگر کسی کا مجھ پر احسان ہے تو وہ دو ہستیاں ہیں پہلے نمبر پر مولانا احسان الحق اور دوسرے نمبر پر مولانا عبدالرحمن صاحب رحمۃ اللہ علیہما۔ انہوں نے مجھے ایسے چلایا جیسے چھوٹے بچے کو گود میں لے کے چلتے ہیں۔ وہ میری رائے ونڈ کی مشقت تو نہیں کم کر سکتے تھے سب نے کدو کھانے میں بھی کدو ہی کھانا، سب نے فرش پر سونا میں بھی فرش پر سونا لیکن جب میں پریشان ہوتا یہ کیا ہو گیا، میں کدھر پھنس گیا، تو وہ آ کے میرا سہارا بنتے تھے۔ ان کی باتیں، ان کی صحبت، ان کی محبت..... اس نے مجھے چلائے رکھا۔

میں نے 1971 سے لے کر آج 2026 تک، نصف صدی سے بھی اوپر، میں نے اپنے استاد کو کبھی اپنا ٹائم ضائع کرتے نہیں دیکھا، کبھی کسی فضول بات کرتے نہیں دیکھا، اور کبھی کسی کے لیے برے الفاظ بولتے نہیں دیکھا۔ وہ مجھے یہ نہیں کہتے تھے کہ غیبت نہیں کرنی، کسی کی برائی نہیں کرنی، جب میں ان کو دیکھتا تھا کہ وہ کسی کی برائی کرتے ہی نہیں ہیں تو خود بخود ایک پیغام اندر سینے میں جاتا تھا۔

میں جب رائیونڈ تعلیم سے فارغ ہوا اور مجھے غصہ بہت آتا تھا، قابو میں نہیں آتا تھا، تو میں نے ایک

دن مولانا احسان صاحب رحمہ اللہ سے کہا: استاد جی! مجھے غصہ بہت آتا ہے، قابو میں نہیں آتا۔" تو ایک دم کہنے لگے: "جھوٹ بول رہے ہو!"

اتنے زور سے کہا کہ میں ایک دم چپ ہو گیا۔ پھر کہنے لگے: "یہ بتاؤ، رائیونڈ میں رہنا زیادہ مشکل ہے یا غصے کو پی جانا زیادہ مشکل ہے؟"

میں نے کہا:

"جی، رائیونڈ میں رہنا تو ایویں جویں سولی تے چڑھنا ہے، وہ زیادہ مشکل ہے۔"

کہا:

"جب تم ایک زیادہ مشکل کام کو برداشت کر رہے ہو تو غصے کو برداشت کرنا تو اس سے چھوٹا کام ہے۔ تم نے پوری نیت نہیں کی۔ آج نیت کرو کہ اس کو پی جانا ہے۔"

آج وہ جا کے قبر میں سو گئے جو مجھے یہ تحفے دے کر گئے تھے، بہت بڑی ہستی تھے۔ ایسے لوگوں کی موت پورے ماحول کے لیے بہت بڑا نقصان اور صدمہ ہوتا ہے۔

لیکن علماء کی موت پورے معاشرے کے اوپر اثر انداز ہوتی ہے۔ میں اور آپ مر جائیں گے مر ہی جائیں گے، معاشرے پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ لیکن جب کوئی بڑا آدمی جو اللہ کی بارگاہ میں پڑا ہو، جب وہ دنیا سے جاتا ہے تو ایک بہت بڑا خلا پیدا ہو جاتا ہے۔ ایک ڈاکٹر ریٹائر ہو جائے یا مر جائے تو پیچھے لائن لگی ہوئی ہے سانوں رکھ لو، سانوں رکھ لو۔ ہر شعبے میں کوئی ریٹائر ہو جائے، کوئی مر جائے، پیچھے پوری لائن لگی ہوئی ہے۔ اور کوئی عالم مر جائے، کوئی اللہ کا محبوب مر جائے تو اتنا بڑا خلا پیدا ہوتا ہے کہ پیچھے پر کرنے والا کوئی نظر ہی نہیں آتا۔ اتنا قحط ہے۔

میں نے اس شخص کو کبھی اپنا ٹائم ضائع کرتے نہیں دیکھا اور کبھی کسی فضول بات کرتے نہیں دیکھا، اور کبھی کسی کے لیے برے الفاظ بولتے نہیں دیکھا۔ احسان الحق کا مجھ پر احسان ہے۔ اللہ ان کے درجات بلند فرمائے۔ آمین۔

***

یادِ رفتگاں

شیخ محترم حضرت مولانا محمد احسان الحق کی یاد میں

اَبو معاذ محمد اعجاز الحق

استاذ محترم، مرشد مکرم حضرت شیخ مولانا محمد احسان الحق بن محمد بشیر الحنفی رحمہ اللہ کی ذات گرامی علم و عمل کا ایک ایسا پیکر جمیل تھی جس کی یادیں دل کے نہاں خانوں میں ہمیشہ روشن رہیں گی۔ آپ سے وابستہ نسبت تلامذہ اور خدمت کے وہ پُرنور لمحات میرے سرمایۂ حیات ہیں۔

خدمت باوفا اور نسبتِ شیخ:

مجھے حضرت والا کے درس ابو داؤد شریف کے ایام میں سر مبارک میں تیل لگانے کی سعادت عظمی نصیب ہوئی۔ اگر چہ یہ خدمت ایک ماہ کے لیے مقدر تھی، لیکن پندرہ روز گزرنے کے بعد حضرت کے بائی پاس کا آپریشن ہو گیا، جس کے باعث آپ دو ماہ تک درس میں شریک نہ ہو سکے۔

جب میں حضرت کے سر مبارک میں تیل کی مالش کرتا تو ساتھ ہی ڈاڑھی اور مونچھوں پر بھی تیل لگایا کرتا تھا۔ درس کے دوران جب کوئی نکتہ بیان کرنے کے لائق ہوتا اور میں اس وقت مساج کر رہا ہوتا تو حضرت خاموش ہو جاتے؛ میں اشارہ سمجھ کر اپنے ہاتھوں کی حرکت روک دیتا اور حضرت وہ اہم نکات بیان فرماتے۔ مساج کے دوران کئی بار مونچھوں پر ہاتھ رکھتے ہوئے ہونٹ مبارک کا لمس بھی میسر آیا، اور ایک آدھ بار منہ میں داخل ہوئی اور لعاب دہن کا مسح میری انگلیوں کو محسوس ہوا۔ جو میرے لیے دنیا و مافیہا کی عزت و افتخار کا باعث ہے۔

اس پس منظر میں حضرت سہل بن عبداللہ تستری کا وہ تاریخی واقعہ یاد آتا ہے جو ائمہ حدیث کے ساتھ اہل اللہ کی قلبی عقیدت اور ادب کا روشن باب ہے: ایک مرتبہ حضرت سہل بن عبداللہ تستری امام ابو داؤد کی

خدمت میں حاضر ہوئے اور ان سے ایک انوکھی گزارش کی: »امام صاحب! میں ایک ضرورت سے آپ کی خدمت میں آیا ہوں، اگر آپ حسب امکان اسے پوری کرنے کا وعدہ فرمائیں تو عرض کروں۔ امام ابوداؤد نے جب وعدہ فرمالیا تو حضرت سہل بن عبداللہ تستری نے فرمایا: میں اس مقدس زبان کو بوسہ دینے کی آرزو رکھتا ہوں جس سے آپ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث روایت کرتے ہیں، ذرا آپ اپنی وہ زبان مبارک باہر نکالیں! چنانچہ امام ابوداؤد نے اپنی زبانِ مبارک باہر نکالی اور حضرت سہل بن عبداللہ تستری نے عقیدت ومحبت سے اسے بوسہ دیا۔

(الإذکار للنووی، تهذیب التهذیب، حلیة الأولیاء)

علمی امانت اور یادگار مکاتیب:

شیخ محترم سے پوچھے گئے تمام سوالات اور ان کے گراں قدر جوابات کے مکمل مکاتیب میرے پاس محفوظ ہیں۔ مجھے حضرت کے پانی پینے کے منفرد انداز تک سے گہرا شغف تھا، جسے میں آج بھی درس ابوداؤد میں اپنے شاگردوں کو شوق سے بتاتا اور اپنے استاذ محترم کی سنت شرب ماء یاد کرتا ہوں۔

ذوق لطیف اور خوشبو کا انتخاب:

حضرت والا کو جب کبھی خوشبو لگائی جاتی تو آپ کا طرز عمل نہایت متوجہ اور پروقار ہوتا تھا۔ آپ کا ہاتھ میز (تپائی) پر ہوتا، خادم خوشبو لگا دیتا، اور آپ کتب کے مطالعے میں اس قدر مستغرق رہتے کہ کافی دیر بعد اپنے جسم و کپڑوں پر خوشبو ملتے۔ حضرت اکثر" ورد الجامد" استعمال فرماتے اور تیز خوشبو کو ناپسند کرتے تھے۔ بالکل اسی طرح جیسے ہمارے شیخ محترم مولانا عبدالرحمن رحمہ اللہ کی عادت شریفہ تھی کہ خوشبو لگانے سے پہلے خود سونگھ لیتے، اور اگر تیز ہوتی تو فرماتے: "کیا چلاسیوں والی خوشبو ہے!" اور ہمیشہ اور ورد الجامد اہی کو ترجیحات میں رکھتے۔

خدام سے شفقت اور دعاؤں کا حصار:

حضرت والا کی یہ انفرادیت تھی کہ جو خدام جو جو خدمات سرانجام دیتے، آپ ان کے نام مع خدمات ایک چھوٹی سی پرچی پر لکھ کر اپنی جیب میں رکھتے اور فرمایا کرتے تھے: "میں ان کے لیے خصوصی دعا کرتا ہوں۔"

مجھے بھی یہ سعادت ملی کہ پندرہ دن کی خدمت کا شرف حاصل ہوا، اور یقیناً اس کے بعد کے دو ماہ بھی دعاؤں کا یہ سلسلہ جاری رہا ہوگا، کیونکہ آپریشن کے دو ماہ بعد ہی خدمات کی تبدیلی ہوئی اور اسباق کا سلسلہ دوبارہ بحال ہوا۔

منہج تدریس اور والہانہ وابستگی:

تدریس کے معاملے میں حضرت کا انداز حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری رحمہ اللہ کے اسلوب کا آئینہ دار تھا۔ جب کوئی طالب علم سبق میں غلطی کرتا تو حضرت اسے ٹوکتے ہوئے (ہننننن) کی آواز فرماتے۔ دوسری بار غلطی پر پھر یہی انداز ہوتا، اور تیسری بار غلطی کرنے پر ارشاد فرماتے: "کیا ہوا، مطالعہ نہیں کیا؟؟"

یہی شیخ محترم کا طرز درس تھا جسے میں نے بھی اپنے لیے دستور تدریس بنایا ہے تاکہ طلبہ کی اصلاح کا حق ادا ہوتا رہے۔

سند حدیث اور علمی نسبتوں کا امین

سال ۲۰۰۷ء میں جب حضرت مولانا عبدالرحمن رحمہ اللہ، حضرت مولانا خورشید صاحب اور حضرت مولانا فہیم صاحب رحمہ اللہ حضرت جی مولانا حاجی عبدالوہاب صاحب رحمہ اللہ کے ساتھ عالمی سفر پر تشریف لے گئے، تو اس دوران: حضرت مولانا خورشید صاحب رحمہ اللہ کا تفسیر جلالین کا حصہ حضرت شیخ مولانا جمشید علی خان صاحب رحمہ اللہ نے دو ماہ تک پڑھایا۔ حضرت مولانا فہیم صاحب رحمہ اللہ کا حصہ حضرت شیخ مولانا نذر الرحمن حفظہ اللہ نے دو ماہ پڑھایا اور حضرت مولانا عبدالرحمن صاحب رحمہ اللہ کی مشکاۃ المصابیح حضرت شیخ مولانا محمد احسان الحق رحمہ اللہ نے دو ماہ تک پڑھائی۔

الحمدللہ! یہ العظیم سعادت ہمیں نصیب ہوئی کہ ہمیں حضرت مولانا محمد احسان الحق رحمہ اللہ سے ابوداؤد، طحاوی، معانی الآثار اور مشکاۃ المصابیح کی اجازت روایت حاصل ہوئی۔ اس کے ساتھ ساتھ حضرت مولانا جمشید علی خان رحمہ اللہ سے صحیح البخاری (کامل) اور تفسیر جلالین (جلد اول)، اور حضرت مولانا نذر الرحمن حفظہ اللہ سے صحیح مسلم (کامل)، جامع الترمذی (کامل) اور تفسیر جلالین (جلد دوم) کی اجازتوں کا شرف بھی ہمارے دامن میں ہے۔

***

وہ مصافحہ آج بھی یاد ہے

عبدالباسط طالب علم، جامعۃ الحسنین فیصل آباد

حضرت مولانا احسان الحق رحمہ اللہ کے ساتھ میرا کوئی خاص تعلق تو نہ تھا مگر گزشتہ تعلیمی سال کے اختتام پر بعد از عید الاضحیٰ میں سالانہ چلہ کیلئے جب رائیونڈ مرکز پہنچا تو تشکیل ہوجانے کے بعد مجھے کسی درپیش مسئلہ کیوجہ سے مشورہ والی جگہ جانے کی ضرورت پیش آئی۔

جب میں وہاں پہنچا تو مشورہ اختتام کو تھا اور میری نظریں کسی ایسی شخص کی تلاش میں تھی جو میرا مسئلہ حل کرے، تو اللہ کی کرنی ایسی ہوئی کے مجھے شعبہ تشکیل سے متعلقہ شخص مل گئے اور میں ان سے گفتگو کرنے لگا کہ اچانک کسی شخص نے میرے کندھے پہ ہاتھ رکھا میں نے مڑ کر دیکھا تو حضرت کا خادم تھا جو مولانا کی ویل چیئر کو تھامے ہوئے مولانا کو مجھ تک لایا اور مجھ سے کہنے لگا کہ حضرت آپ سے مصافحہ کرنا چاہ رہے ہیں۔

میرے بھاگ جاگے کے آج پہلی بار یہ منظر دیکھا کے کنواں پیاسے کے پاس۔۔۔

مجھے حیرت میں گم کرنے والی بات جواب بھی میرے دل میں کھٹک رہی ہے وہ یہ ہے کہ نا میں پہلے کبھی ان سے ملا اور نا ہی وہ مجھے جانتے تھے، تو ان کا یوں میرے پاس آ کے رک جانا اور متوجہ کرنا مصافحہ کرنا پھر مسکرا کے آگے کو چل دینا یہ انکی تواضع تھی یا میں اسے ان کے صاحب نظر صاحب کشف ہونے سے تعبیر کروں کے میرے اندر کو بھانپ لیا، یا میری اس وقت کی اضطراری کو میرے چہرے سے محسوس کر کے تالیف قلب کے لیئے ایسا کیا؟

بہر حال جو بھی تھا میں اب تک ان کی ہتھیلی کی ٹھنڈک اپنے اندر محسوس کرتا ہوں، انکی مسکراہٹ اب بھی میرے دل کی تسکین کا ذریعہ ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند فرمائیں، آمین۔

***

ایک شفیق مربی ہم سے جدا ہو گئے

آج دل غمگیں، آنکھیں اشک بار ہیں
استادِ محترم ہم سے جدا، بے قرار ہیں
مولانا محمد احسان الحق، علم کا نور تھے
دلوں کے شفیق مربی، حق کے منشور تھے
علم کے ساتھ عمل، اخلاص کا پیکر تھے
دعوت کے راستے میں ثابت قدم رہبر تھے
گفتگو میں علم کی گہرائی، نصیحت میں درد تھا
خاموشی میں بھی روحانی تاثیر کا رنگ بھرا تھا
کتابوں کے فقط استاد نہ تھے، دل سنوارتے تھے
بھٹکے ہوئے دلوں کو رب سے جوڑتے تھے
دعوت و تبلیغ میں عمر اپنی وار دی
امت کی اصلاح کی ہر گھڑی پکار دی
عالمی شوریٰ میں بصیرت کا چراغ بنے
اخلاص و تجربے سے دین کے باغ بنے
رائے ونڈ کے مدرسے میں شیخ الحدیث رہے
حدیثِ رسول ﷺ کے امین، علم کے وارث رہے
بے شمار طلبہ کو علم و ادب عطا کیا
اپنی تربیت سے دین کا روشن سفر دیا
دنیا کے گوشوں میں شاگرد خدمت کر رہے ہیں

استاد کے فیض کی خوشبو بکھیر رہے ہیں
میرے لیے وہ محبت، دعا اور حوصلہ تھے
راہِ دین میں میرے روشن رہنما تھے
آج ظاہری طور پر ہم سے جدا ہوگئے
مگر علم و نصیحت میں ہمیشہ زندہ ہوگئے
ان کی دعائیں، تربیت، کردار اور کلام
رہیں گے دلوں میں روشن، بن کر صبح و شام
اے رب! ان کی قبر کو نور سے بھر دے
جنت کے باغوں میں ان کا مسکن کر دے
درجات بلند فرما، خدمات قبول فرما
اپنے محبوب بندوں میں ان کو شامل فرما
اہلِ خانہ، شاگردوں کو صبرِ جمیل عطا کر
ہمیں ان کے مشن پر چلنے کی توفیق عطا کر

اللھم اغفر لہ وارحمہ وعافہ واعف عنہ
واجعل قبرہ روضۃ من ریاض الجنۃ
آمین یارب العالمین

حضرت چلے گئے، مگر علم و محبت باقی ہے
ان کی دعوت، تربیت، ہر دل میں جاری ہے

***

اخبار الجامعہ

محمد سلیمان

حضرت مولانا احسان الحق رحمہ اللہ کی حیات وخدمات پر خصوصی اشاعت کا اعلان:

جامعہ دارالتقویٰ لاہور نے اپنی علمی و اشاعتی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے حضرت اقدس مولانا محمد احسان الحق رحمہ اللہ کی حیات وخدمات کے حوالے سے ایک خصوصی اشاعت شائع کرنے کا فیصلہ کیا ہے۔ اس خصوصی اشاعت میں حضرت رحمہ اللہ کی حیات، علمی و دعوتی خدمات، معمولات اور ان سے متعلق مختلف واقعات و یادداشتیں شامل کی جائیں گی۔

جامعہ دارالتقویٰ کی جانب سے قارئین، متعلقین اور حضرت رحمہ اللہ سے وابستہ احباب سے گزارش کی گئی ہے کہ وہ اپنی یادداشتیں، تاثرات اور حضرت سے متعلق واقعات تحریر کر کے ادارے کے واٹس ایپ نمبر پر ارسال کریں، تاکہ انہیں خصوصی اشاعت کا حصہ بنایا جا سکے۔

دارالقرآن چوبرجی میں مفت میڈیکل کیمپ کا انعقاد

19 ستمبر بروز ہفتہ جامعہ دارالتقویٰ لاہور کے زیرِ اہتمام دارالقرآن چوبرجی میں مفت میڈیکل کیمپ کا انعقاد کیا گیا۔ کیمپ میں آنے والے مریضوں کا ماہرینِ طب کی جانب سے مفت معائنہ کیا گیا اور معائنے کے بعد انہیں ضروری ادویات بھی بلا معاوضہ فراہم کی گئیں۔ کیمپ کا مقصد مستحق افراد کو طبی سہولیات کی فراہمی اور بنیادی علاج معالجے میں معاونت فراہم کرنا تھا۔

جامعہ دارالتقویٰ للبنات کی چار شاخوں میں قدیم فاضلات کے اجتماعات

20 ستمبر بروز اتوار جامعہ دارالتقویٰ للبنات کی چار شاخوں گلشنِ راوی، گارڈن ٹاؤن، شاہدرہ اور

گرین سٹی میں قدیم فاضلات کے اجتماعات کا انعقاد کیا گیا، جن میں سابقہ فاضلات نے بڑی تعداد میں شرکت کی۔

اجتماعات میں دینی، گھریلو اور معاشرتی زندگی کو درپیش مختلف مسائل اور ان کے حل کے حوالے سے مفید رہنمائی فراہم کی گئی، جبکہ شرکاء کو عملی زندگی میں دینی تعلیمات سے مضبوط تعلق برقرار رکھنے کی ترغیب بھی دی گئی۔

اس موقع پر قدیم فاضلات کو باہمی ملاقات اور تبادلۂ خیال کا موقع ملا، جس کے ذریعے دیرینہ تعلقات کی تجدید اور باہمی تجربات سے استفادے کی فضا قائم ہوئی۔ اجتماعات میں اکابر و اساتذۂ کرام کے مفید اور رہنمائی پر مبنی بیانات بھی ہوئے، جن میں خواتین کی دینی و معاشرتی ذمہ داریوں اور موجودہ دور کے مختلف مسائل کے حوالے سے اہم نکات بیان کیے گئے۔

***

ایک یادگار لمحہ

غالباً 1980ء کی بات ہے، حضرت مولانا شیخ الحدیث مولانا محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ دارالعلوم فیصل آباد تشریف لائے۔ حضرت مولانا محمد احسان الحق رحمہ اللہ میرا ہاتھ تھام کر مجھے حضرت شیخ کے حجرے میں لے گئے۔ وہاں حضرت شیخ رحمہ اللہ سے میری بیعت کروائی اور ذکر بالجہر کی اجازت بھی دلوائی۔ میرے لیے حضرت مولانا محمد احسان الحق رحمہ اللہ کی شفقت، تربیت اور اپنے متعلقین کی اصلاح و تربیت کی فکر کا ایک نہایت قیمتی اور یادگار واقعہ ہے۔

اویس احمد مہتمم جامعہ دارالتقویٰ


تعلیمی کفالت پروگرام
جامعہ دارالتقوی کی 25 سے زائد شاخوں میں زیر تعلیم 8000 سے زائد طلباء وطالبات کی کفالت میں حصہ لیجئے۔ اور اپنے اور اپنے پیاروں کے لیے صدقہ جاریہ کا انتظام کیجئے
شعبہ حفظ
فی طالب علم ماہانہ خرچ
» رہائشی 5,000
» غیر رہائشی 4,000
فی طالب علم سالانہ خرچ
» رہائشی 60,000
» غیر رہائشی 48,000
شعبہ کتب (بنین)
فی طالب علم ماہانہ خرچ
» رہائشی 6,000
» غیر رہائشی 5,000
فی طالب علم سالانہ خرچ
» رہائشی 72,000
» غیر رہائشی 60,000
شعبہ کتب (بنات)
فی طالب علم ماہانہ خرچ
» غیر رہائشی 5,000
فی طالب علم سالانہ خرچ
» غیر رہائشی 60,000
یہ تمام خرچ اندازاً درج کیے گئے ہیں رقم اضافی ہونے کی صورت میں کسی مفید دینی کام میں خرچ کر دی جائے گی۔
آپ بھی ایک طالب علم کا ماہانہ خرچ اپنے ذمہ لیں اور صدقہ جاریہ کا اجر حاصل کریں۔
BankIslami
Acc Title DARUL TAQWA TRUST
2064001808200001
MCB Islamic
Acc Title DARUL TAQWA TRUST
1591001820660001
JazzCash
TILL ID
9 8 0
3 0 7
3 8 3
رقم ارسال فرما کر رسید اس نمبر پر ضرور بھیجیں 0321-4432142
/jamidarultaqwa
www.darultaqwa.org
+92-3-222-333-224
دارالتقوی

اشاعت خاص

ماہنامہ دارالتقویٰ

عصر حاضر کے مجدد تبلیغ، مولانا الیاس صاحبؒ کے فیض یافتہ

تذکرہ وسوانح

حضرت حاجی عبدالوہاب صاحب رحمہ اللہ

۱۹۲۲–۲۰۱۸

- حالات زندگی
- احوال و واقعات
- سیرت و کردار

بہت سی مفید تبدیلیوں اور اضافہ جات کے بعد نیا ایڈیشن منظر عام پر



قیمت

500/- روپے

علاوہ ڈیلیوری چارجز۔

آج ہی طلب کیجئے

شعبہ نشر و اشاعت
جامعہ دارالتقویٰ

0321-4432142

دارالتقویٰ

Mufti Online شرعی مسائل میں رہنمائی کیلئے +92-300-4113082 ifta4u@yahoo.com

/jamidarultaqwa www.darultaqwa.org +92-3-222-333-224

خصوصاً احباب دعوت وتبلیغ کے لیے مفید ترین

ملفوظات حضرت جی مولانا الیاس کاندھلوی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ) تبلیغی چھ نمبر کی ترتیب پر

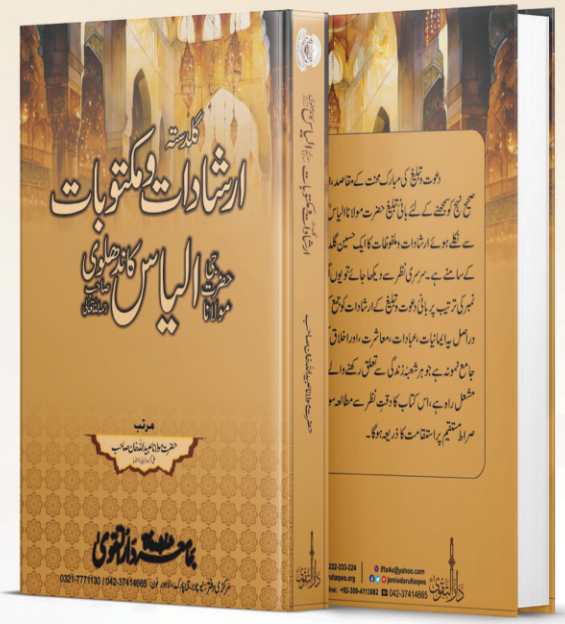
گلدستہ ارشادات ومکتوبات

حضرت جی مولانا الیاس کاندھلوی صاحب (رحمۃ اللہ علیہ)

- حوالہ جات کے ساتھ
- مختصر تشریح
- جامع ترین

ترتیب جدید و پیشکش

جامعۃ دار التقویٰ



For Online Order

0321 4432142

شعبہ نشر واشاعت

جامعۃ دار التقویٰ


AGree®
Lighting
agree pe sab agree
AGree
FLOOD LIGHT IP66
COB Track Light
LED Spot Light
LED Flood Light
UFO
Street Light
agreelighting.com
0321-4877878